مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ نسخہ بے بہا تصنیف جناب قطب الاقطاب غوث الغواث حضرت پیر سید قطب علی شاہ صاحب قدس سرہ اللہ العزیز ساکن سندیلیانوالی شریف

رسالہ

مرآۃ الفقرا

مسمّٰی بہ

ملفوظ حضرت قطب شاہ

حسب فرمائش مخدوم الملک حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ صاحب بن حضرت پیر سید فضل حسین شاہ صاحب قدس سرہ العزیز سجادہ نشین سندیلیانوالی شریف

ملنے کا پتہ
حافظ سید محمد تاجر کتب سندیلیانوالی شریف
المعروف پیر محل ضلع لائلپور

ناشر : سید اسرار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی
سجادہ نشین دربار قطبیہ سندیلیانوالی شریف

مطبع : دین محمدی پریس بل روڈ۔ لاہور

بار : ششم

تعداد : ایک ہزار

قیمت :

سنہ ۱۹۷۴ء (جون)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ حَضۡرَتۡ مُحَمَّدٍ مُصۡطَفٰے اَحۡمَدِ مُجۡتَبٰی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی رَسُوۡلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ط

بعد حمدِ خدا و نعتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ بندہ خادم الفقرا خادم خادمانِ درویشاں سُلطان بن محمّد رمضان فقیر سکنہ کوٹ کمالیہ عرض رساں ہے کہ چند مُدّت سے یہ فقیر اپنے پیر جناب قطب الاقطاب ہادی راہنما حضرت سیّد قطب شاہ دامت برکاتہٗ کی خدمت میں رہتا تھا لیکن عرصہ سے دل میں خواہش تھی کہ اگر میرا پیر ہادی راہنما اجازت فرمائے، تو میں چند مسائل جو آپ کی زبانِ دُرفشاں سے مبیّن ہوں۔ بطور ملفوظ تحریر کروں۔ مگر ہیبت کے سبب سے عرض نہ کر سکتا تھا۔ ایک روز خود ہی آپ نے کرم فرما کر اشارہ کے طور پر فرمایا۔ کہ زہے سعادت اُس مُرید کی، جو کچھ اپنے پیر کی زبانی سُنے۔ لکھ لیوے۔ یہ سنتے ہی اس فقیر نے عرض کی کہ حضور بندہ کو تو مدت سے یہی اشتیاق تھا۔ لیکن بغیر اجازت کہہ نہ سکتا تھا۔ اب فرماؤ، تو چند مسائل جو آپ کی زبان مبارک سے نکلیں۔ ان کو جمع کروں، اور یہ بھی عرض ہے کہ اگر کچھ اپنے پیر خانہ کا بھی ذکر لکھا جائے، تو خوب عین مطلوب ہے۔

فرمایا! بہت بہتر ہے۔ تم لکھو، نیک کام کرنا عین سعادتِ دارین ہے۔ اور نیز
کتاب اُنیس الارواح میں ہے کہ جو شخص علم دین کی کتاب لکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا
ہے کہ اس کا نام اولیائی تحت عبائی کے دفتر میں لکھو۔ فرشتے حسب الحکم اس کا نام دفتر
اولیا میں لکھ لیتے ہیں۔ یہ ارشاد بھی سُن کر فقیر زیادہ شاد ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ ملفوظ کے لکھنے
کی بندہ کو مورخہ ۲۲ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ بروز جمعہ عام اجازت ملی اور تمام
مراد دلی حاصل ہوئی۔ پھر فرمایا کہ شجرہ طیبہ یعنی مرشد نامہ اپنے پیر کا ہر مرید کو پڑھنا
فرض ہے۔ اس کو لکھو۔ بندہ نے لکھ لیا۔ وَ هُوَ هٰذَا

حضرت پیر سید قطب شاہ[1] رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید چراغ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے
مرید وہ اپنے باپ حضرت علی شیر کے مرید وہ اپنے دادا حضرت سید امان اللہ المعروف
سلطان ہاتھی دان کے مرید وہ حضرت سید غلام غوث گیلانی کے مرید وہ حضرت سید
حیدر بخش کے مرید وہ حضرت سید مجتبیٰ المعروف چراغ شاہ کے مرید وہ حضرت سید
محمود جیلانی کے مرید وہ حضرت سید مصطفیٰ کے مرید وہ سید عبد الرزاق کے مرید وہ
حضرت سید زین العابدین کے مرید وہ حضرت سید عبد الوہاب کے مرید وہ حضرت سید
عبد القادر ثالث کے مرید وہ حضرت شیخ محمد بالا پیر کے مرید وہ حضرت سید عبد القادر ثانی
کے مرید وہ حضرت سید محمد غوث گیلانی کے مرید وہ حضرت شمس الدین کے مرید۔ وہ
حضرت سید شاہ میر کے مرید وہ حضرت سید نور الدین علی کے مرید وہ حضرت سید مسعود
کے مرید وہ حضرت سید احمد کے مرید وہ حضرت سید گنج بخش کے مرید وہ حضرت سید ابو الفرح
کے مرید وہ حضرت سید فضل اللہ کے مرید وہ حضرت سید عبد الوہاب کے مرید وہ حضرت
سید عبد القادر جیلانی محبوب سُبحانی قدس سرہٗ کے مرید وہ حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی
کے مرید وہ حضرت ابو الحسن الہکاری کے مرید وہ حضرت ابو الفرح طرطوسی کے مرید
وہ حضرت ابو الفضل عبد الواحد کے مرید وہ حضرت شیخ شبلی کے مرید وہ حضرت جنید بغدادی

شجرہ طیبہ یعنی مرشد نامہ

[1] مخدوم ملت امیر شریعت پیر سید اسرار حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی مرید ہیں قبلۂ کونین کعبہ دارین حضرت پیر سید غلام رسول شاہ نور اللہ مرقدہٗ کے اور وہ مرید سرگروہ مشتاقان غوثیہ حضرت پیر سید تفضل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ مرید شمس الاولیا حضرت پیر سید شیر محمد قدس سرہ العزیز کے اور وہ مرید قطب الاقطاب حضرت پیر سید قطب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے

کے مرید وہ حضرت سری سقطیؒ کے مرید وہ حضرت معروف کرخیؒ کے مرید وہ حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السّلام کے مرید وہ حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کے مرید وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کے مرید وہ امام محمدؐ باقر علیہ السّلام کے مرید وہ حضرت امام علیؑ زین العابدین کے مرید وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرید وہ حضرت امام علی علیہ السّلام کے مرید وہ حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرید ہوئے۔ بعد اس کے بندہ نے عرض کی۔ کہ اگر ارشاد ہو تو یہ فقیر اپنے پیر کا اور پیر کے پیر کا بھی نسبی شجرہ تحریر کرے کیونکہ ہر مرید کے واسطے ان کا بھی دیکھنا سعید ہے۔ فرمایا لکھو۔ بہت اچھا ہے۔

جناب قطب الاقطاب کا نسبی شجرہ

جناب قطب الاقطاب کا نسبی شجرہ

سیّد قطبؒ علی شاہ بن سیّد امام شاہ بن سیّد اکبر شاہ بن سید امیر شاہ بن سیّد فتح شاہ بن سیّد حسین بن پیر سیّد زین العابدین بن پیر سیّد شیخ حسین گنج علم بن پیر سیّد احمد بن پیر سیّد فتح خاں بن پیر شیخ اسمٰعیل علیہ الرحمۃ بن شیخ حامد بڈھا بن شیخ احمد کلاں بن سیّد محمود کیمیا نظر بن سیّد رکن الدین ابو الفتح بن سیّد مخدوم شیخ حامد کبیر بن سیّد ناصر الدین بن سیّد حضرت پیر مخدوم جہانیاں جہانگشت علیہ الرحمۃ بن سلطان سیّدی احمد کبیر بن سیّد شیر شاہ سیّد جلال حسینی البخاری علیہ الرحمۃ بن سیّد علی بن سیّد جعفر بن سیّد محمد بن سیّد محمود بن سیّد احمد بن سیّد عبد اللہ بن سیّد علی اصغر بن سیّد جعفر ثانی بن سیّد امام علی نقی علیہ السلام بن امام محمدؐ تقی علیہ السلام بن امام علی موسےٰ رضا علیہ السّلام بن امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام بن امام جعفر صادق علیہ السلام بن امام محمدؐ باقر علیہ السلام بن امام زین العابدین علیہ السّلام بن امام حسین علیہ السلام بن امام علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ بن حضرت ابیطالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف اور بعد ملاحظہ شجرہ ہذا کے ذکر آپ کے تولّد کا ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ بماہ بھادوں سمت ۱۹۰۶ اور چاند کی اکیسویں تاریخ یکشنبہ کی نصف رات کو دُعا گو کا تولّد ہوا۔ جس کو اب ساٹھ سال گزرا ہے۔ اور بماہ پوہ سمت ۱۹۲۹ کو ہادی پیشوا حضرت سیّد چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ کی خدمت شریف

لے حضرت پیر سید ابرار حسین شاہ صاحب ادام اللہ حیوٰتہم بن مخدوم الملک حضرت پیر سید اسرار حسین شاہ صاحب افاض علینا برکاتہم بن قبلہ کونین حضرت پیر سید فضل حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ بن شیخ المشائخ حضرت پیر سید قطب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

میں دعا گو مشرف ہوا جس کو سینتیس سال ہوئے۔ افسوس صد افسوس کہ اتنی مدت میں ربوبیت و عبودیت کا کوئی حق ادا نہ ہو سکا۔ پھر آپ نے مغموم ہو کر یہ رباعی پڑھی ؎

الٰہی بندہ ہوں تیرا خطا وار ۔ شرم سارم شرمسارم شرمسار

گو شرمسارم مگر تجھ سے ہے اُمّید ۔ اس سبب سے جو نام تیرا ہے غفّار

اب یہ فقیر اپنے پیر کے پیر کا بھی نسبی شجرہ تحریر کرتا ہے۔

شجرہ نسب نامہ فقیر صاحب حضرت سیّد امان اللہ المعروف سلطان ہاتھیوان رحمۃ اللہ علیہ

پیر سید چراغ شاہ بن سیّد علی شیر بن سیّد فتح خاں بن سیّد امان اللہ المعروف سلطان ہاتھیوان قدس سرہٗ بن سیّد کمال الدین بن سیّد طاہر علی بن سید اجمیر علی بن سیّد علی شیر خاں کہ در قلعہ چترو ڑ گڑھ شہید شدہ بن سید حسین بن سید اسماعیل بن سید حسین شہید بن سیّد قاسم بن سیّد یحییٰ بن سیّد اسحاق بن سیّد ضیاء الدین بن سید بخش اللہ بن سیّد عیسیٰ بن سیّد ابراہیم بن سیّد عبداللہ بن سیّد ابو محمد فارس بن عبداللہ حسین بن سیّد عمر نر بہادر بن سیّد احمد شیر محدث بن سید حسین بن عزت الدین بن سیّد زید شہید بن حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بن حضرت امام حسین علیہ السلام بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابیطالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف ؓ۔

بعد ازیں جناب قطب الاقطاب دام برکاتہٗ نے ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت سلطان ہاتھیوان قدس سرہٗ العزیز کے دو فرزند ایک سیّد محمد خاں دوم سیّد فتح خاں تھے۔ اب محمد خاں کی اولاد کا تو سب کا سب خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور حضرت فتح خاں کے ایک فرزند علی شیر تھے۔ آپ کا بحالت جوانی انتقال ہوا۔ اور حضرت علی شیر اپنے دادا حضرت سلطان ہاتھیوان کے مرید ہوئے۔ ان کی شادی بھی انہوں نے کی۔ یہ بڑے صاحب کمالیت کے تھے۔ مرید بھی آپ کے کئی ہوئے۔ اور آپ جھنگ سے روانہ ہو کر میرک شریف سیال میں سکونت پذیر ہوئے۔ عمر شریف آپ کی ایک سَو دس سال کی ہوئی۔ اور میرک شریف سیال میں ہی آپکا وصال ہوا

شجرہ نسبی حضرت پیر چراغ شاہ رحمۃ اللہ علیہ

اور آپ کی قبر مبارک بھی وہیں ہے۔ آپ کے دو فرزند ہوئے۔ ایک سید حسینؒ دوسرے حضرت چراغ علی شاہؒ یہ دونوں حضرات اپنے باپ علی شیرؒ کے مرید تھے۔ حضرت سید حسین عارف باللہ ہوئے ہیں۔ حضرت بلہا شاہ کی طرح انہوں نے ہندی زبان میں بہت عارفانہ کلام بھی فرمائی ہے۔ آپ کے مرید بھی بہت تھے۔ بماہ بساکھ سمت ۱۹۳۰ کو وفات پائی۔ اپنے باپ علی شیرؒ کے پاس مزار ہی۔ آپ کے ایک فرزند سید امیر علی شاہ تھے۔ بحالت جوانی میں بماہ اسوج سمت ۱۹۴۸ کو جام وصل پیا۔ قبر آپ کی اپنے باپ سید حسینؒ کے پاس ہوئی۔ آپ کا ایک فرزند سائیں نور سلطان[1] طولعمرہٗ جو اس وقت موجود اس خاندان کے گدی نشین ہیں۔ اور ذکر حضرت شاہ چراغ بن حضرت علی شیر علیہ الرحمت کا یہ ہے۔ کہ آپ اہل حال صاحب کمال طبع حلیم خلق عظیم تھے۔ معرفت کی داستان میں شمس العرفان تھے۔ آپ صاحب خلافت بھی تھے۔ اور مریدی بھی بہت تھی۔ آپ کی شادی کے تین سال بعد مستور فوت ہوگئی۔ دوبارہ شادی کے واسطے بہت لوگوں نے عرض و نیاز بینش کی۔ مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ جب لوگ اولاد کے لئے کہتے۔ تو آپ ہم مریدوں کی طرف اشارہ فرماتے۔ کہ یہ جو میری اولاد ہیں۔ پس ۳ ماہ صفر ۱۳۰۶ھ کو بروز چہار شنبہ اس جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔ مزار شریف آپ کا اپنے باپ حضرت علی شیر کے پہلو میں ہے۔ آپ کی خانقاہ مبارک میرک شریف میں ہی ہے۔ اور مکان نہایت اعلیٰ شان سمت ۱۹۶۱ کو تیار کیا گیا۔ اور ۱۲ ماہ ساون سمت ۱۹۶۳ کو آپ کا عرس مبارک شروع ہوا ہر سال تاریخ مذکورہ پر تین چار روز بڑی دھوم دھام رہتی ہے۔ پس اس نور کو خدا قیامت تک ظہور رکھے۔ آمین ثم آمین :۔ باقی اس خاندان کے کچھ حالاتِ بزرگی و کرامات کا ذکر تو انشاء اللہ تعالیٰ اس ملفوظ کی ہر ایک مجلس اور موقعہ پر بیان کیا جائے گا +

[1] قبلہ عالمیان پیر حضرت نور سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے ہوئے ہیں۔ ایک سید السادات حضرت پیر سید جیون سلطان رحمۃ اللہ علیہ۔ دوسرا سید الکونین حضرت پیر سید عاشق سلطان صاحب ادام اللہ فیوضہم اور تیسرا حضرت پیر سید نذر سلطان رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت پیر سائیں جیون سلطان رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرزند بلند اقبال سائیں امیر سلطان صاحب دامت برکاتہم جو دربار عالیہ میرک شریف کا سجادہ نشین ہے۔ آپ کے یہ صاحبزادے ہیں۔ ۱۔ حضرت پیر سائیں نادر سلطان صاحب۔ ۲۔ حضرت پیر سائیں بہادر سلطان صاحب۔ ۳۔ حضرت پیر سائیں صابر سلطان صاحب۔ ۴۔ حضرت پیر سائیں امان اللہ صاحب قلندر سلطان۔ ۵۔ حضرت پیر سائیں علی رضا صاحب۔ ۶۔ حضرت پیر سائیں فتح سلطان صاحب۔ بابر سلطان اور حضرت پیر سائیں عاشق سلطان صاحب مدظلہ العالی کا ایک صاحبزادہ سائیں علی شیر صاحب۔ اور حضرت

مجلسِ اوّل

ذکر ریاضت و مجاہدہ نفس

بتاریخ ۲۵ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۶ ماہ اسوج سمت ۱۹۶۶ بروز دوشنبہ
نماز ظہر کے بعد جناب قطب الاقطاب قبلہ گاہ حضرت پیر سید قطب علی شاہ دامت برکاتہ
اپنے دولت خانہ سے ڈیرہ میں رونق افروز ہوئے۔ مجلس آراستہ ہوئی۔ ذکر ریاضت و مجاہدہ
نفس کا ہوا۔ فرمایا کہ اس راہ طریقت کا پہلا ذریعہ اور وسیلہ پیر کامل ہے کیونکہ بغیر راہنما کے کوئی
واصل خدا نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ اس راہ پر طالب خدا کو چاہیئے کہ عبادت و ریاضت میں
مرد ہو کر نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے۔ کیونکہ ریاضت و مجاہدہ کے سوا یہ راہ ہرگز طے نہیں ہوسکتا
مجاہدہ کیا ہے۔ نفس کا مخالف ہونا۔ پس جو نفس کا دشمن اور خدا کا دوست ہونا چاہیے۔ تو
ان چہار کام کو عمل میں لاوے۔ اوّل جہاں تک ہوسکے۔ خلق کی صحبت ترک کرے۔ دوم
کم کھائے۔ سوم۔ کم سوئے۔ چہارم۔ کم بولے۔ اگر اس طرح کرے گا۔ تو آسان راہ رواں ہوگا۔
اور ان کے برعکس ہونے کے سبب تو نفس ہمیشہ غرّہ و تازہ رہتا ہے۔ طالب کو چاہیئے کہ
ان ہر چہار کام کے نقص اور فوائد کو بھی اچھی طرح جانے۔ اوّل نقص خلق کی صحبت میں یہ ہے
کہ اس میں نفس چاہتا ہے کہ خلق میں رہ کر لوگوں کی طرح اچھا کھاوے۔ اچھا پہنے۔ خوب
عیش و عشرت کرے۔ دنیا کمائویں۔ نام و ناموس بڑھاویں۔ پس جو اس کی کہیں حرکت یا
کسی حظوظات یا لغویات میں پھنس گیا۔ تو وہ خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل و سست ہوکر
راہ سلوک سے رہ گیا۔ اور خلق سے علیحدہ و تنہا ہونے میں یہ فائدہ ہے کہ جب طالب خدا
نے نفس کے برخلاف تمام دنیا کی خواہش کو ترک کیا۔ اور قطع خلائق ہوکر گوشہ پکڑا۔ تو پھر
جس قدر دنیا و اہل دنیا کی دوستی اسکے دل سے کم ہوتی گئی۔ تو اتنا ہی زیادہ اس کے وجود میں خدا
تعالیٰ کی محبت بڑھتی گئی۔ کیونکہ ایک ترک دنیا میں بندہ کل ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ
حدیث شریف میں ہے۔ تَرْكُ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ عِبَادَةٍ وَحُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ

یعنی حضرت نے فرمایا۔ کہ ترک دنیا کا اصل ہر عبادت کا ہے۔ اور دوستی دنیا سے اصل ہر گناہ کا ہے۔ دیگر حدیث میں وارد ہے کہ دنیا مبغوض الٰہی ہے پس جس کسی نے ایک رسّی بھی اس کی پکڑی۔ تو وہ اس کو دوزخ کی طرف کھینچ لے جاتی ہے۔ پس یہ سب دنیا کی رسّی ہیں۔ یعنی زن و فرزند۔ مال۔ رتبہ۔ اقبال وغیرہ جو ان کسی کی ایک ذرّہ بھر بھی محبت میں آلودہ ہوا۔ تو وہ رسّی اس کو دوزخ میں لے جائیگی۔ اسی واسطے تو سالک باللہ اولیاء اللہ دنیا و اہلِ دنیا سے قطع علائق ہو جاتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ مبتدیوں کو تو اُن فقیروں کی صحبت سے بھی دُور ہونا چاہیئے۔ جو قیام اللیل و صیام النّہار کے قائل نہیں ہیں یعنی جو عبادت میں سُست ہیں۔ وہ بھی دنیا کی رسّی ہیں۔ اُن سے بھی پرہیز کریں۔ کیونکہ مبتدیوں کے باطن موم کی مثال ہوتے ہیں۔ ان کا نفس ہر طرح کی صحبت قبول کر لیتا ہے۔ اِس واسطے جہاں تک ہو سکے۔ غیر صحبت سے بچیں۔ گوشہ و تنہائی کو اختیار کریں تب آپ نفس پر غالب اور وہ مغلوب ہوگا۔ دوم زیادہ کھانے میں یہ نقص ہے کہ ہمیشہ نفس زیادہ اور لذیذ کھانا چاہتا ہے۔ اور اچھی نعمتوں کی خواہش کرتا ہے۔ پھر جس قدر زیادہ اور لذیذ کھانا کھاتا ہے تو اتنا ہی زیادہ نفس کی خواہشیں بڑھتی ہیں۔ نیند غالب آتی ہے سُستی اور غفلت بڑھ جاتی ہے

نقل ہے کہ ایک فقیر روزانہ دو عدد خرما کھاتا تھا نفس اس کو ہمیشہ عاجز ہو کر کہتا۔ کہ میں نہایت لاچار ہوں۔ کچھ غذا تو اور بڑھا دیجیئے۔ ایک روز فقیر نے تین خرما کھائے تو اس رات اس پر اسقدر غفلت و نیند غالب آئی۔ کہ اس رات کی عبادت اس سے فوت ہو گئی۔ پھر فقیر نے نفس کو ایسا عاجز و ذلیل کیا۔ کہ اس کے بعد صرف ایک ہی خرما غذا دیتا تھا اور ہمیشہ نفس کو ملامت وغیرہ کرتا تھا۔ اور کم کھانے میں یہ فائدہ ہے کہ جب طالب خدا کم کھانے لگتا ہے تو نفس کی خواہشیں بھی کم ہونے لگتی ہیں سُستی و غفلت دُور ہوتی ہے۔ دن بدن دل کی رغبت عبادت کی طرف زیادہ ہوتی جاتی ہے پس اس دستور سے نفس مجبور ہو جاتا ہے۔ سوم کم سونے میں یہ فائدہ ہے کہ اس میں نفس سُست اور دل عبادت

میں چست ہو جاتا ہے۔ خداتعالیٰ شب خیزوں کی اپنے قرآن شریف میں اس طرح تعریف فرماتا ہے:۔ کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ اللَّیْلِ مَا یَھْجَعُوْنَ ط یعنی میرے بندے وہ ہیں جو رات کو تھوڑا سوتے ہیں۔ پھر فرمایا قولہٗ تعالیٰ تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ ط یعنی الگ ہوتی ہیں کروٹیں انکی بچھونوں سے یعنی اکثر رات کو میری عبادت میں بیٹھے رہتے ہیں نہیں سوتے۔ اور اس کے مطابق میرے ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام برکاتہٗ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ملک خان ٹوانہ بڑے سردار آدمی نواب تھے حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے مرید اور ایسے خدا کے بندے شب خیز تھے۔ کہ تمام رات اپنے پلنگ کے پاس مصلّے پر کاٹتے تھے۔ اور نماز فجر کے بعد ایک لحظہ پلنگ پر دراز ہو جاتے تھے:۔

نقل ہے کہ ذوالنون مصری نے کہا۔ کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ پوچھا تو کہاں سے آئی ہے۔ بولی ان لوگوں سے جو خواب گاہوں سے اپنے پہلو علیحدہ رکھتے ہیں۔ یعنی شب و روز اللہ کی عبادت میں مشغول ہیں۔ پھر میں نے کہا کہ اب تیرا کہاں جانیکا ارادہ ہے بولی۔ اُن مردوں کیطرف جو خرید و فروخت یعنی سوداگری وغیرہ میں اللہ کے ذکر سے غافل نہیں رہتے۔ چہارم زیادہ بولنے میں نقص یہ ہے کہ زیادہ بولنا عبادت سے روکتا ہے اور دل کو مُردہ کرتا ہے۔ اور بیہودہ بکواس بکنے سے نفس غرّہ و تازہ ہوتا ہے۔ اور کم بولنے میں بے طاقت اور لاغر ہوتا ہے۔ اور کبھی دِل میں باتیں کرنا اس کو حدیث نفس کہتے ہیں اس حرکت نفسانی فعل شیطانی سے بھی آپ کو بچائے پس طالب خدا کو چاہیے کہ ہر وقت دل و زبان کا محافظ و نگہبان رہے چنانچہ **نقل** ہے کہ خواجہ حاتم اصم علیہ الرحمت نے کوئی بیہودہ سخن منہ سے نکالا۔ تو اس میں نفس کو ایسی سزا دی۔ کہ پھر بیس برس تک کلام نہ کی۔ اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ فرمایا کہ میں پشیمان نہ ہوا خاموشی سے ایک بار البتہ پشیمان ہوا بات کرنے سے بارہا۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خاموشی خو پیغمبری ہے۔ مگر تھوڑے ہیں اس کو اختیار کرنے والے۔ اور بھی سالک فرماتے ہیں کہ انسان

کے وجود میں نفس کے چار خانے ہیں۔ اوّل خانہ زبان جس میں لہو و لعب پیدا ہوتا ہے۔ دوم دل جس سے خطرات و وسواس ظاہر ہوتے ہیں۔ سوم ناف جس میں شہوت و ہوا پیدا ہوتی ہے۔ چہارم خانہ اطراف دل جس میں حرص و حسد۔ کبر۔ کینہ۔ عُجب و غرور۔ بغض و عداوت۔ ریا وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں پس جس شخص نے ان چہار کاموں اور چہار خانوں کی حفاظت و نگہبانی کی۔ تو اس نے اپنے نفس سے ٹھیک مقابلہ و مجاہدہ کیا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے ہمارے راہ میں بہت کوشش اور جہاد کیا۔ تو ہم ان کو اپنا راہ راست دکھلائیں گے۔ اور ہمارے رسول مقبول بھی فرماتے ہیں کہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرنا ہی جہاد اکبر ہے۔ اور حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمت نے فرمایا کہ ہم نے قیل و قال سے تصوف حاصل نہیں کیا۔ لیکن بہت ریاضت اور مجاہدہ سے حاصل کیا ہے۔ جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا یعنی رستوار ہوا وہ شخص کہ جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا پس جب نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ تب دل صفائی پاتا ہے پھر روح روشن ہو کر وصل الٰہی ہو جاتا ہے کیونکہ بغیر مجاہدہ کے مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا۔ بعد اس کے فرمایا کہ جناب قبلہ و کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے اپنے دادا پیر حضرت سلطان باھُو قدس سرہٗ العزیز کے ابتدا کا ذکر اور ان کی ریاضت اور مجاہدہ کا بھی اس طرح حال بیان فرمایا۔ کہ نام آپکا سید امان اللہ بن سید کمال الدین اور لقب آپکا سلطان باھُو۔ بملک ہندوستان سادات باہرہ میں سے تھے۔ جب آپ کے باپ کا انتقال ہوا۔ تو آپ چھوٹے تھے۔ دن رات باپ کے فراق میں رہتے تھے۔ ایک روز کوئی سیاح فقیر آیا۔ اُس نے کہا۔ امان اللہ کوئی تمہاری چیز جاتی رہی ہے۔ اگر اس حرف کی استعمال کرو۔ تو وہ تم کو مل جائیگی۔ جب آپ نے اُس کو چند روز پڑھا۔ تو ایک دن خواب میں دیکھا۔ کہ میرا جسم آدمی کا نہیں ہے اور بدن پر کچھ چیچڑ موغیرہ بھی پھرتے ہیں۔ اچانک خواب سے جاگ اُٹھے۔ جب دیکھا تو اپنی دستار مبارک

پرچھیڑکوپایا۔ تو غش میں آ گئے۔ آخر جب ہوش میں آئے، تو دل پر ایسی وحشت آئی، اور محبت الٰہی بھی ایسی غالب ہوئی۔ کہ یکایک انقطع علائق کر کے جنگل کو چلے گئے۔ وہاں اپنے نفس کے ساتھ ایسا مجاہدہ کیا۔ کہ درختوں کے پتے اور گھاس توڑکر نفس کو کھلاتے تھے اور ریاضت وعبادت کی کثرت سے اُس کی خودی وغرور کو بیخودی کے دریا میں ڈبو دیا۔ آخر اس طرح کرتے کرتے جب بارہ برس ہوئے، تو جناب محبوب سُبحانی قطب ربّانی قدس سرہٗ نے آکر آپکا ہاتھ پکڑا۔ اور فرمایا، امان اللہ تو میرا ہے۔ مگر ظاہر پیر کا پکڑنا فرض ہے اسواسطے پیر کی صورت اُسی جگہ دکھادی۔ کہا جاؤ، ان سے بعیت کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ یہ خود تم کو بلا کر مرید کرینگے۔ پس آپ پیر کی تلاش میں مغرب کی طرف روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے دریائے راوی پر آئے۔ جب شہر ستگھرہ شریف میں پہنچے۔ تو دُور سے وہ صورت اپنے پیر کی پہچان لی۔ گو وہ بہت آدمیوں کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ پھر یاد آیا۔ کہ پیران پیرؒ نے فرمایا تھا۔ کہ وہ تم کو خود بلاوینگے۔ اس واسطے آگے کو روانہ ہو چلے۔ تب حضرت سیّد محمدؒ غوث جیلانی علیہ الرحمت نے خود آواز دی۔ کہ اے امان اللہ آؤ۔ اپنی چیز لے جاؤ۔ پس آپنے آکر پیر کی قدمبوسی حاصل کی۔ شیخ نے توبہ کے بعد شرط بعیت ادا کی۔ آپ چند مدّت پیر کی خدمت میں رہے۔ اور وہاں بھی کئی چلّے کاٹے۔ ریاضت وعبادت میں اس قدر ہمت کی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کا حال کمال تک پہنچ گیا۔ بعدہٗ اپنے پیر کی اجازت سے اوچ پیر سیّد جلال بخاری میں آئے۔ اور وہاں کچھ مدّت مخدوم صاحب شہزادہ اُچ کے آگے ہاتھی پر چڑھے۔ پھر وہاں سے ملتان تشریف لائے۔ وہاں بھی کچھ عرصہ مخدوم شیخ کبیر کے آگے ہاتھی پر سوار ہوئے۔ جو حضرت غوث کے گدّی نشین تھے۔ پھر کچھ مدّت آپ ملتان میں شاہ حبیب کے مکان پر بھی بیٹھے رہے۔ اس کے بعد پھر جھنگ سیال میں رونق افروز ہوئے۔ کچھ مدّت تو نواب صاحب ولی داد خاں سیّال والئے جھنگ کے آگے بھی ہاتھی پر چڑھے۔ اس واسطے تو آپ کا لقب سلطان ہاتھیوان مشہور

ہُوا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد جھنگ میں گوشہ نشینی و عزلت اختیار کر کے بیٹھ گئے۔ اور آپ کے فیض کا بحر تو اس قدر جاری ہوا کہ اکثر بے مُراد لوگ بھی مُراد کو پہنچ گئے۔ ہزارہا لوگ معتقد اور مُرید ہوئے اور اکثر ان میں بہت سے لوگ کمال تک بھی پہنچے۔ آپکی بزرگی و کرامات کے عجیب حالات ہیں۔ کہ جن کا کچھ ذکر تو انشاء اللہ اس ملفوظ میں بھی ہر موقعہ پر کیا جاویگا۔ اور آپ کی خانقاہ مبارک کا محل اور مکان بھی اُسی شہر جھنگ میں ہے۔ اور عمر شریف آپکی تخمیناً دو سَو برس سے بھی زیادہ کہتے ہیں چنانچہ آپ کے پاس کسی نے عالمگیر بادشاہ کا قصیدہ پڑھا۔ تو آپ نے چشم پُر آب ہو کر فرمایا۔ کہ میں اُنکے وقت اوّل عمر تھا۔ اور یہ تو عام فرماتے تھے کہ جس دن محمد شاہ بادشاہ تخت نشین ہوا۔ تو اُس روز سے میں قدرے افیون پیتا ہوں۔ مگر اب بھی اتنی ہی ہے بڑھائی نہیں ہے۔ اور جھنگ میں ایک شخص میاں جندہ نام حجام جو حضرت سلطان باہُو قدس سرہٗ کی خدمت میں ہمیشہ آتا جاتا۔ اور زیارت کرتا تھا۔ اس دعا گو نے بھی جھنگ میں جا کر اس شخص کی ملاقات کی تھی۔ اور اس سے فقیر صاحب کا سب حال پوچھا۔ اور آپ کا حلیہ وغیرہ بھی دریافت کیا۔ تو وہ ہر ایک بات کا پختہ پختہ پتہ دیتا تھا۔ یہی ذکر فرما رہے تھے کہ عصر کی نماز کا وقت ہُوا۔ آپ نماز پڑھنے کو مسجد میں تشریف لے گئے۔ مجلس برخاست ہوئی۔

مجلس دُوم

بتاریخ ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ بروز چہار شنبہ ظہر کے بعد یہ بندہ خدمت قبلہ گاہ میں حاضر تھا۔ ذکر شریعت اور اُس پر چلنے کا ہُوا۔ جناب قطب الاقطاب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ط یعنی اے لوگو تم متابعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسُول کی اور صاحب امر کی پس متابعت اللہ کی یہ ہے کہ اُس کے فرائض و واجبات کی کمال کوشش سے استعمال کرو۔ اور متابعت رسُول

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ اور اسکی شریعت کی حدوں پر قائم رہو۔ اور متابعت اہلِ امر کی یہ ہے کہ تمام حق کے امام و اولیاءِ کرام کے راہ پر چلو۔ اور اُن کے مطابق عمل کرو پس یہی شریعت ہے کہ جس کی ابتدا شریعت اور انتہا معرفت ہے۔ پھر حق تعالٰے فرماتا ہے کہ اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو کہدو۔ کہ اگر تم اللہ تعالٰی کو دوست رکھتے ہو تو میری متابعت کرو' اللہ تعالٰے تمہیں دوست رکھیگا۔ اور حدیث صحاح میں ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اَیْ اِتَّبِعُوْنِیْ بِاُمَّتِیْ قَوْلًا وَّفِعْلًا وَّحَالًا حَتّٰی تَصِیْرُوْا مَحْبُوْبِیْنَ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے میری اُمت تم میری پیروی کرو قول اور فعل و حال میں تاکہ تم خدائے عزوجل کے محبوب ہو جاؤ۔ پس جو حضرت کی شریعت پر فدا ہوا۔ وہ محبوب خدا ہوا۔ اور جو اسکے برعکس شریعت کے مخالف چلے گا۔ تو اللہ اس کو دشمن رکھیگا۔ کتاب تنبیہ مصنفہ حضرت امام ابواللیث سمرقندی میں مرقوم ہے کہ ہر روز دو فرشتے آسمان سے زمین پر اُترتے ہیں۔ ایک خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہو کر ندا کرتا ہے کہ اے بنی آدمؑ و بنی جان اس امر کو بخوبی جان لو۔ اور اس بات کو بگوش ہوش سُن لو کہ جس نے فرض خدا ادا نہیں کیا۔ ذمہ خدا کا اس سے بری ہے۔ اور دوسرا فرشتہ بام حظیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑا ہو کر ندا کرتا ہے کہ اے بنی آدمؑ بنی جان اس امر کو بخوبی جان لو۔ اور اس بات کو بگوش ہوش سُنو۔ کہ جس نے سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادا نہیں کی۔ وہ بروز قیامت آپ کی شفاعت سے بے بہرہ رہے گا۔ اور صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو سنّتِ رسول علیہ السلام کے ایک ذرہ بھر بھی برخلاف کام کرے تو وہ ہرگز ولی نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ کسی منازل و مدارج کو پہنچ سکتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک شخص زہد اور عبادت کے ساتھ بڑا ولی مشہور ہوا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک دن اپنے یاروں سے کہا۔ کہ چلو ہم بھی اُس شخص کو دیکھیں جب گئے تو وہ شخص اپنے گھر سے مسجد کیطرف چلا۔ تو اُس نے قبلہ کیطرف تھوکا۔ بایزیدؒ نے اس سے

سلام علیکم نہ کی۔ یاروں سے کہا۔ اُلٹے چلو۔ یہ شخص سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ادب نہیں رکھتا۔ پھر یہ کس طرح اولیاء اللہ ہو سکتا ہے پس سالک باللہ اولیاء اللہ تو اس طرح حضرتؐ کی سُنّت کے مودّب و شریعت کے پابند ہیں۔ حدیث شریف میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے میری سنّت کو زندہ کیا۔ تو ہر آئینہ اس نے مجھ کو زندہ کیا۔ اور جس نے مجھ کو زندہ کیا۔ تو وہ میرے ساتھ جنّت میں ہوگا۔ پس ہر حال خدا کی وصال کا مقصود علم شریعت ہے کیونکہ علم طریقت وحقیقت بھی موقوف ہے علم شریعت پر جب تک شریعت کو نہ جانے گا۔ اور اس پر عمل نہ کریگا تو وہ طریقت وحقیقت کو کب جانے گا اور کب اُن کے مرتبہ کو پہنچیگا۔ اسواسطے راہ سلوک میں علم شریعت درکار ہے ورنہ جاہل کو اس راہ پر چلنا دشوار ہے۔ حدیث شریف میں ہے زہد بدوں علم کے مثل گدھے کی ہے اور حدیث صحاح میں ہے مَنْ تَزَهَّدَ بِغَيْرِ عِلْمٍ جُنَّ فِي اٰخِرِ الْعُمُرِ اَوْ مَاتَ دَخَلَ فِي الْكُفْرِ یعنی جو کوئی زہد و پارسائی اختیار کرے بغیر علم کے تو وہ آخر عمر دیوانہ ہو جائیگا یا کفر پر مریگا پس راہ سلوک میں جہاں تک ہو سکے علم فقہ چاہیئے جاہل فرائض و واجبات سنن و مستحبات کو کب جانیگا۔ اور کیا جانے کہ اجماع کیا ہے اتفاق کیا ہے۔ بلکہ جاہلیت کے سبب وہ اپنی خود پسندی پر چلے گا۔ اور اپنی رائے پر عمل کرے گا۔ جس میں اُلٹا بدعت و ریا وغیرہ میں پڑیگا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ یعنی دیکھا تو نے اُس شخص کو کہ ٹھہرایا اُس نے معبود اپنا اپنے ہوائے نفس کو یعنی جس نے اپنے پیغمبر کی شریعت کے برخلاف قدم رکھا۔ اور اپنی رائے پر چلا۔ تو وہ بت پرست اور بدعتی ہے اور اہل بدعت ہرگز ولایت کے مراتب کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ اہل بدعت تو بدعت ہی کو قرب جانتے ہیں۔ جیسا کہ اکثر لوگ غیر شرع کمل پوش لوہا و تانبا پہنتے ہیں۔ داڑھی و مونچھیں وغیرہ تراشتے ہیں۔ پھر آپکو قلندر اور ولی کہلاتے ہیں۔ قلندر تو تارک کو کہتے ہیں۔ جن کے پاس کوئی چیز موجود نہ ہو۔ اور جسقدر اُنکی ہتھیلی میں سمائے اُسی قدر کھاتے ہیں۔

زیادہ نہیں کھاتے۔ بھلا جو ہر وقت شکم پرست شریعت کے برعکس اپنی ہوائے نفسی میں مست ہو تو وہ قلندر اور ولی کیونکر ہو سکتا ہے۔ عارف فرماتے ہیں کہ تین گروہوں سے ڈرو۔ ایک ظالم۔ دوسرا عالم جو طالب دُنیا ہو۔ تیسرا کمبل پوش جاہل کہ یہ دین کے چور اور مسلمانوں کے راہزن ہیں۔ حدیث شریف ہے إِذَا رَأَيْتَ رَجُلًا يَطِيرُ فِي الْهَوَاءِ وَيَأْكُلُ النَّارَ وَيَمْشِي عَلَى الْمَاءِ وَتَرَكَ سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي فَاضْرِبْهُ بِالنَّعْلَيْنِ یعنی حضرت نے فرمایا کہ جب تم ایسے شخص کو دیکھو کہ وہ ہوا پر اُڑتا ہے آگ کھا لیتا ہے۔ دریا پر چلتا ہے۔ لیکن میری سنت کا تارک و برخلاف ہے۔ تو اُسے تم جُوتے سے مارو۔ پس ایسے لوگوں کے حق میں جناب قبلہ و کعبہ ہادی رہنما حضرت چراغ علی شاہ دام برکاتہٗ نے یہ حکایت بیان فرمائی تھی۔ کہ جب حضرت سلطان ہاتھیوان قدس سرہٗ اوچ میں تھے تو علما اہلِ شرع نے بحکم نوابصاحب بہاولپور ایک کاغذ مخدوم صاحب شہزادہ اوچ کے نام اِس طرح لکھا ہم نے سُنا ہے کہ اکثر لوگ جو تمہارے پاس آتے اور رہتے ہیں تو تم ان کی داڑھی و مونچھیں منڈاتے ہو اور اُن کو لوہا تانبا وغیرہ پہناتے ہو۔ اور آگ سے بھی اُن کو داغ دیتے ہو جس کو مُہر کہتے ہو۔ کہ یہ تمام بدعت کے کام صاف شرع کے برخلاف ہیں۔ اس واسطے فلاں تاریخ کو ہم اُسجگہ آوینگے۔ اور ان باتوں کا ہم آپ سے جواب لیوینگے۔ ورنہ اِس خطا کی شرع کے موافق آپ کو سزا ہوگی۔ یہ حکم دیکھتے ہی مخدوم صاحب نہایت خائف اور فکرمند ہوئے۔ اتنے میں فقیر صاحب حضرت سلطان ہاتھیوان قدس سرہٗ آئے اور مخدوم صاحب کو فرمایا۔ کہ بھائی آج آپ کو خیر تو ہے کیوں غمگین ہو۔ اُنہوں نے وہ کاغذ آپکو دکھلایا۔ اور کہا۔ کہ اس میں ہماری بڑی ننگ اور بعزتی ہوگی۔ فقیر صاحب نے فرمایا۔ اس بات کا آپ کچھ فکر نہ کرو۔ میں اس کا جواب تمہاری طرف سے نوابصاحب کو لکھونگا۔ پھر کوئی عالم وغیرہ آپکے پاس نہ آئیگا۔ اور نہ آپ سے کچھ پوچھا جائیگا۔ پس آپ نے یہ جواب لکھا۔ کہ ہم کچھ شرع کا غیر نہیں کرتے۔ بلکہ شرع کو امداد دیتے ہیں۔ کہ جو لوگ شریعت سے

بھاگ کر ہمارے پاس آتے ہیں تو ہم ان کو مجرم بنا کر اس طرح شریعت کی سزا دیتے ہیں کہ انکی داڑھی اور مونچھیں وغیرہ منڈاتے اور بطور طوق و جولان کے ان کو لوہا وغیرہ پہناتے ہیں۔ پھر اُن کو ایک داغ بھی لگا دیتے ہیں۔ کہ اس نشان کو دیکھ کر ہر کس پہچان لیگا کہ یہی مسلمانوں کے ٹھگ اور شریعت کے چور ہیں۔ پس یہ جواب دیکھتے ہی نوابصاحب ہنس پڑے۔ اور علما کو بھی وہ کاغذ دکھا کر خوش کیا۔ اتنے میں آپ دولت سرائے میں تشریف فرما ہوئے اور مجلس برخاست ہوئی ؛

مجلس سوم

بتاریخ ۲۹ ماہ رمضان المبارک بروز جمعہ ظہر کے بعد یہ فقیر جناب قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کیخدمت میں حاضر تھا۔ ذکر سالک و مجذوب سالک کا ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ سالک کی صفت ہے کہ شریعت پر عامل و حقیقت میں کامل ہو اور متقی پرہیزگار اور حضرت کی گفتار و رفتار و کردار سب پر ہوشیار ہو۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ ط یعنی تم تقوےٰ اختیار کرو تاکہ تعلیم کرے اللہ تم کو اپنے نزدیک سے پھر فرمایا قولہٗ تعالیٰ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ط یعنی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ مگر متقی لوگوں سے یعنی عبادت و بندگی بھی اُنہیں لوگوں کی قبول ہے جو متقی و پرہیزگار ہیں۔ اور یہ تقویٰ یعنی پرہیزگاری بھی تین طرح پر ہے۔ ایک پرہیزگاری تو عام لوگوں کی ہے کہ وہ کفر و گناہ اور بدعت وغیرہ سے پرہیز کریں۔ دوسرا تقوےٰ خاص کا وہ مباحات چیزوں سے ہے۔ یعنی وہ جو نہ نفع دیں اور نہ نقصان پہنچائیں اُن سے بچے۔ تیسرا تقوےٰ خاص الخاص کا ہے وہ یہ کہ ماسوا اللہ سے پرہیز کریں پس یہی تقوےٰ اور پرہیزگاری ہے کہ جن کے سبب سے اولیاء اللہ واصل باللہ ہو جاتے ہیں پھر مشائخ فرماتے ہیں تَرْکُ الْحَرَامِ فَرِیْضَۃٌ وَتَرْکُ الْمُبَاحِ فَضِیْلَۃٌ وَتَرْکُ الْحَلَالِ تَوْبَۃٌ

یعنی حرام کا چھوڑنا فرض ہے۔ اور مباح کا چھوڑنا فضیلت ہے اور حلال کا چھوڑنا قرب ہے۔ یعنی جب تک ماسوا اللہ نہ ہو، تو قرب حاصل نہیں ہوتا۔ اور کبھی بغیر تقوے کے دل کا تصفیہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آئینہ کو صیقل کرتے ہیں تو اس کی زنگار جاتی رہتی ہے پھر سب چیز اُس میں دکھائی دینے لگتی ہے۔ پس یہ قلب وہی آئینہ ہے جو معصیت کے سبب زنگار سے بھرا ہوا ہے جب قلب نے تقویٰ سے تصفیہ پایا، تو روح روشن ہو کر ہر چیز کو دیکھنے لگتا ہے جس کو مکاشفہ کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ الْقُلُوْبَ صَدَأٌ النُّحَاسِ وَجَلَاءُهَا الْاِسْتِغْفَارُ یعنی حضرت نے فرمایا کہ واسطے دلوں کے ایک زنگار ہے مثل زنگار تانبے کے اور روشن کرنے والی اُسکے استغفار ہے۔ اور کبھی معصیت کا زنگار قلب پر ایسا ہے۔ جیسا کہ کسی شخص کے کپڑے ملوث آلودہ یعنی میلے کچیلے ہوں تو وہ کب بادشاہ کے دربار ومجلس میں لائق جانیکے ہوسکتا ہے اسی طرح جب تک کہ سالک کا دل دنیا وعقبیٰ اور مافیہا کی بوث وآلودگی اور ماسوا اللہ سے پاک وصاف نہ ہو جائے۔ تب تک اُس بادشاہ حقیقی کے دربار میں باہمراہ اُس کے مقربان بارگاہ کے نہ پہنچے گا۔ اس واسطے عارف فرماتے ہیں کہ کوئی کبھی ولی نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے پیغمبر کی چال و حال اور قال کا مرتکب وپیرو نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ سالک کے تین درجے ہیں۔ اوّل سالک کامل۔ دوم درجہ اوسط۔ سوم درجہ ناقص۔ خدا تعالیٰ ان تینوں گروہوں کی اپنے قرآن شریف میں اس طرح تعریف فرماتا ہے قَوْلُهُ تَعَالیٰ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ یعنی ہمارے برگزیدہ بندے تین گروہ ہیں۔ اُن میں سے بعض تو اپنی جان پر ظلم کرنیوالے ہیں۔ اور بعض میانہ رَو ہیں۔ اور بعض سابق ہیں۔ یعنی جو سب سے زیادہ سبقت کر گئے۔ اس میں بزرگوں کے بہت قول ہیں۔ بعض سابق اُن کو کہتے ہیں۔ جو ہر دو ظاہر و باطن کے خوب ماہر ہیں یعنی شریعت کی عبادت درود وظائف نفل وغیرہ کا

بھی پورا حق ادا کیا۔ اور باطنی ذکر اذکار میں بھی ہوشیار ہیں۔ دوم درمیانہ وہ جو ظاہر شریعت کی عبادت وغیرہ میں تو چست ہیں لیکن باطنی ذکر اذکار میں سست ہیں سوم ناقص۔ وہ جو اکثر ذکر باطنی کی تو رغبت کرتے ہیں۔ مگر ظاہر صرف فرض و سُنّت پر کفایت کرتے ہیں۔ اور بعض تو فرض و سنّت کے بھی قاصر ہیں۔ اسواسطے اُن کو ظالم فرمایا جو انہوں نے ظاہر شریعت کی عبادت وغیرہ کا حق ادا نہ کیا۔ گو باطنی ذکر ہر عبادت سے افضل تر ہے لیکن سوا شریعت کے باطنی ذکر کا پھل حاصل نہیں ہوتا۔ باطن کی مثال یہ ہے جیسا کنواں کھودا گیا واسطے پانی کے اور شریعت کی مثال جیسا اس کے اوپر اسباب لکڑی وغیرہ ہے توسوائے اسباب کے اُس چاہ سے پانی جاری نہیں ہوسکتا۔ یہانتک کہ اُس اسباب سے اگر ایک لکڑی نہ ہو تو بھی وہ کنواں بیکار ہے۔ اسواسطے ظاہر شریعت کی بسیار کوشش درکار ہے۔ تبھی تو ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اوّل عام تمام کو ظاہر عبادت شریعت کی سُناتے اور سکھاتے تھے پھر جس کو شریعت میں کامل دیکھتے۔ اس کو باطنی عبادت کا ارشاد فرماتے تھے۔ پس شریعت ہر سے مقدم تر ہے۔ کیونکہ ظاہر عبادت مانند قاعدہ کے ہے اور باطن بطور علم۔ سو علم بغیر قاعدہ کے حاصل نہیں ہوسکتا یا ظاہر بطور درخت کے ہے۔ اور باطن اُس کا پھل ہے۔ پھر پھل بغیر درخت کے کب ہوسکتا ہے۔ غرض کامل وہ جو ہر عبادت ظاہر و باطن دونو کامل ہو۔ اور بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ سابق کے یہ معنے ہیں۔ کہ نہ اُن کو کچھ دُنیا سے رغبت نہ عقبیٰ کی خواہش صرف انکا مقصود مولا ہے دوم درمیانہ وہ کہ تارک دُنیا و عقبےٰ دونوں سے ہیں۔ مگر عبادت خدا میں کچھ طمع اپنے ثواب کا بھی رکھتے ہیں۔ سوم وہ جو تارک دُنیا تو ہوئے مگر آخرت کو ترک نہ کرسکے۔ اپنی عبادت میں خواہش بہشت اور حور و قصور کی رکھی۔ خدا کے وصال کا کچھ خیال نہ کیا۔ اسواسطے انکا نام ظالم رکھا لیکن یہ معصیت کے سبب سے نہیں ہے۔ صرف اُنکی کم ہمتی اور کم فہمی کے سبب اُنکو ظالم کہا جو پورا کام نہ کرسکے۔ پس ہر کس بقدر اپنی طاقت اور لیاقت کے اس

راہ پر چلا ہے۔ چنانچہ قولہ تعالیٰ اَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا۔ اس آیت شریف میں مفسرین کے دو قول ہیں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ اُتارا اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نور علم کا پس لیا دلوں نے بقدر اپنی سمجھ کے۔ اور حضرت ابوبکر تستری نے فرمایا کہ اُتارا اللہ تعالیٰ نے نور کو پس طلب کیا دلوں نے بقدر اپنی ہمت کے۔ پس اس راہ میں عالی ہمت ہونا چاہیئے سست اور کم ہمت تو کسی جگہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پھر فرمایا کہ سالک مجذوب مغلوب العقل ہوتے ہیں نہ کچھ دنیا سے غرض نہ عقبیٰ کی خواہش نہ شریعت کی خبر نہ کچھ طریقت کو جانتے ہیں۔ صرف جذبہ عشق سے مقرب الٰہی ہو جاتے ہیں جب اُن کا دنیا سے کچھ تعلق نہ رہا۔ اور قطع علائق ہو گئے۔ تب اُن پر ظاہرا احکام شرع کے معاف ہو جاتے ہیں پھر مغلوب العقل شیخ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مجنون ہے۔ شریعت طریقت کو کیا جانے۔ وہ تو خود اس راستہ پر چلا ہی نہیں اور نہ اسکے امن و خوف کو پہچان سکتا ہے اور نہ وہ ارشاد تلقین کی لیاقت رکھتا ہے۔ جب اُس نے اس راستہ کے مقامات کو دیکھا ہی نہیں پھر وہ دوسرے کو کیونکر دکھا اور پہنچا سکتا ہے۔ اس کو تو صرف محبت کے جاذبہ نے پہنچایا ہے۔ پس مجذوب اس لائق نہیں کہ شیخ ہو۔ اسی واسطے تو کسی مجذوب کا سلسلہ جاری نہیں ہوا۔ لیکن لوگ اُنکے حق میں نیک اعتقاد رکھیں اور مرید نہ ہوں۔ چنانچہ ایک دن جناب قبلہ و کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ نے بھی اسی طرح جاذبہ کے سبب سے مجذوب ہونیکی یہ حکایت بیان فرمائی تھی۔ کہ جب حضرت سلطان باھُوان قدس سرہٗ ملتان میں شاہ حبیب صاحب کے مکان پر رہتے تھے۔ تو ایک فتح محمد بڑا زمیندار شخص تھا۔ اسکی ہمشیرہ حضرت سلطان باھُوان کی مرید تھی اکثر رات کے وقت آپ کے پاس آتی جاتی تھی۔ اس بات کی فتح محمد کو بھی اطلاع ہوئی آخر ایک رات اس کو خبر لگی۔ تو وہ تلوار لیکر ہمشیرہ کے پیچھے چلا جب وہ عورت فقیر صاحب کے پاس آئی۔ تو آگے آپ مراقبہ میں تھے وہ عورت بھی قدمبوس ہو کر آپکے پاس مراقبہ

کر کے بیٹھ گئی ۔ مگر انہوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات چیت نہ کی ۔ آخر اول مراقبہ سے وہی عورت فارغ ہوئی ۔ پھر قدمبوس ہو کر اپنے گھر کو چلی گئی ۔ فتح محمدؐ حیران کھڑا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے ؟ اتنے میں فقیر صاحب نے بھی اپنے مُنہ سے کپڑا اُتارا ۔ اور فتح محمدؐ کی طرف توجہ فرمائی ۔ تو وہ محبّت کے جذبہ سے اسی وقت دیوانہ ہو گیا ۔ اپنی تمام جائداد گھر بار چھوڑ کر جنگل کو چلا گیا ۔ ایک روز حضرت سلطان باہُو قدس سرہٗ نماز فجر سے فارغ ہو کر مسجد میں بیٹھے تھے تو وہ دیوانہ بھی کہیں سے آکر فقیر صاحب کے قدموں پر گر پڑا ۔ تو علما شرع نے یہ دیکھ کر اس کو پکڑ لیا ۔ اور فقیر صاحب کو کہنے لگے ۔ یہ تو بڑی خطا ہوئی ۔ کہ بندہ کو بندہ نے سجدہ کیا ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ بھائی تم دیکھتے تھے میں نے تو اس کو نہیں کہا ۔ کہ تو مجھے سجدہ کر ۔ پس جو سزا دیتے ہو ۔ اسکو دو ۔ جب اس سے پوچھتے تو وہ کچھ نہ بولتا ۔ آخر علمانے اس کو پکڑ کر نواب صاحب والیئے ملتان کے پیش کیا ۔ نواب صاحب نے فرمایا کہ اے دیوانے تو نے کیوں بندہ کو سجدہ کیا ہے ۔ تب وہ بولا ۔ اور اُن علما کی طرف اشارہ کیا ۔ اور کہا کہ ان کے بڑے بھائی سے ڈر کر سجدہ کیا ہے ۔ جب اس شیطان نے بھی حضرت آدمؑ کو ایک سجدہ نہ کیا ۔ تو اسکی گردن میں لعنت کا طوق پڑا ۔ پس دیوانے کی یہ تقریر اور منظر سن کر نواب صاحب ایک حالت میں آ گئے ۔ اور فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو ۔ جو کچھ یہ جانتا ہے ۔ تم نہیں جانتے پس اتنا فرما کر آپ اُٹھے اور مجلس برخاست ہوئی ؛

مجلس چہارم

بتاریخ ۶ ماہ شوال بروز جمعہ اشراق کے بعد یہ بندہ جناب قطب الاقطابؒ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا ۔ سالک کے آداب کا ذکر ہوا ۔ فرمایا حدیث شریف میں ہے ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص بڑوں کا ادب نہ کرے ۔ اور چھوٹوں سے شفقت نہ رکھے ۔ تو وہ مجھ سے نہیں ہے یعنی وہ میری پیروی کرنیوالے سے نہیں ہے

حدیث شریف میں ہے کہ ایک دن اذان ہوئی حضرتؐ مسجد کو روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک شخص سفید ریش بڑی عمر کا آہستہ آہستہ چلا جاتا تھا۔ حضرت بھی اس کے پیچھے آہستہ چلتے تھے۔ حتیٰ کہ نماز قضا کو پہنچ گئی۔ آپ ادب کیواسطے آگے نہ ہوئے۔ دیگر حدیث میں ہے کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز بہت جلد اور مختصر پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوتے۔ صحابہؓ نے متعجب ہو کر سبب پوچھا۔ فرمایا کہ ایک ہمسایہ کا لڑکا رو رہا ہے۔ شاید اسکی ماں موجود نہیں ہے اس کے ورلانے کو جاتا ہوں۔ پس آپ نے جلد جا کر اُس لڑکے کو اُٹھا لیا۔ اور پیار کیا۔ اور بھی رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تم میں سے زیادہ تر محبوب اور میری مجلس میں قریب تر قیامت کے دن وہ شخص ہے جو اخلاق میں اچھا اور زیادہ ہوگا۔ پھر حضرتؐ نے فرمایا کہ بزرگتر اخلاق سے یہ ہے کہ تو عفو اس شخص سے کرے جو تیرے اوپر ظلم کرے۔ یعنی سالک کو ایسا حوصلہ چاہیئے کہ ہر غصہ و غرور سے دُور ہو کر بُرائی کرنیوالے کے ساتھ بھلائی کرے۔ ایک شخص نے کہا حضرت مجھے کوئی مختصر وصیت فرمائیے۔ کہ جس پر میں عمل کروں اور ثواب اس کا زیادہ ہو۔ آپ نے فرمایا۔ غصہ مت کر۔ کیونکہ غصہ و غضب دوزخ کی ایک چنگاری ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اسکی دونوں آنکھوں میں سُرخی آجاتی ہے اور رگیں اُسکی پھول اٹھتی ہیں پس جس کو تم میں سے غصہ آوے۔ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اُسکی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہے جبتک کہ اس کا قلب اور زبان سلیم نہ ہو یعنی جس کا دل نرم و زبان راحت رساں نہ ہو۔ وہ مسلمان بھی نہیں ہے۔ پس یہ سب ادب ہیں۔ اور تصوف تو سب کا سب ادب ہے۔ سو جو شخص ادب کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے وہ مردان خدا کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے۔ اور جس نے ادب کو ترک و ضائع کیا تو وہ ہرگز منزل مقصود تک نہ پہنچیگا۔ اگرچہ کتنا ہی زہد و ریاضت کرے۔ اے عزیز ہر وقت و ہر حال و ہر مقام کا ایک ادب ہے۔ پس سالک کو چاہیئے کہ جو کچھ کرے۔ خدا کیلئے کرے یعنی کھانا۔ پینا۔ پہننا۔ سونا۔ بولنا۔

ادب زبان

پاخانہ پھرنا وغیرہ ہر شے میں نیت اللہ کے واسطے ہو کیونکہ یہ وجود بندہ کو امانت دیا گیا ہے۔ یعنی ہاتھ۔ پاؤں۔ زبان۔ ناک۔ آنکھ۔ کان اور دل وغیرہ کہ اس امانت خدا کو ہر وقت ادب سے نگاہ میں رکھے۔ چنانچہ ادب زبان کا یہ ہے کہ حق کے سوا کوئی غیر کلمہ منہ سے نہ نکلے۔ ادب ہاتھ پاؤں کا یہ ہے کہ یہ ہرگز غیر کی طرف تحرک نہ کریں۔ ادب آنکھ و کان کا یہ ہے۔ کہ مشاہدۂ خدا کے سوا نہ کچھ دیکھے نہ سُنے کہ یہ سب دل کے دروازے ہیں اور بندہ مثل دربان کے ہے۔ اگر ان دروازوں کی نگہبانی کریگا۔ تو اُس کا دل سلامت رہیگا۔ اور دل کا ادب یہ ہے کہ جو کچھ غیر خدا ہو۔ وہ اس میں نہ آنے دیوے۔ جیسا حدیث میں ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ حَرَمِ اللّٰہِ وَحَرَامُ عَلٰی حَرَمِ اللّٰہِ اَنْ یَّلِجَ فِیْہِ غَیْرُ اللّٰہِ یعنی دل مومن کا حرم گاہِ کبریا ہے۔ اور حرام ہے اس میں سوائے اللہ کے اور کچھ پانا۔ اور بھی حق سبحانہٗ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن شنوائی و بینائی اور دل وغیرہ ان سب سے سوال ہوگا۔ اور ادبِ مجلس میں بیٹھنے کا یہ ہے۔ کہ جس جگہ جو کوئی بیٹھ جائے۔ اُس کو وہاں سے نہ اُٹھائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور بھی مجلس میں جو جگہ خالی ملے، وہیں بیٹھ جائے، کیونکہ آنیوالے کی وہی جگہ ہے۔ جیسا کہ ایک دفعہ پیغمبر علیہ السلام کی مجلس میں تین شخص آئے۔ ایک کو مجلس میں جگہ ملی۔ دوسرے کو نہ ملی، وہ باہر بیٹھ گیا۔ تیسرا کچھ اپنی ہتک سمجھ کر چلا گیا۔ تو اسی وقت وحی آیا۔ اور کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے حبیبؐ ان تینوں میں سے جو شخص مجلس میں بیٹھ گیا۔ اُس کو پناہ دی گئی اور دوسرے کو بھی اپنے لطف و کرم سے بخشدیا۔ تیسرا جو چلا گیا وہ بے نصیب رہا۔ اُس کے مُنہ پھیرنے سے ہماری رحمت نے اُس سے مُنہ پھیر لیا۔ کھانے کا ادب یہ ہے کہ کھانے سے قوت عبادت کی غرض ہو تو گویا وہ کھانے تک عبادت ہی میں ہے۔ اور مُسلمان بھائیوں سے مل کر کھانا مسنون ہے۔ اور بھی سالک فرماتے ہیں۔ کہ جو لقمہ یادِ خدا کے سوا کھایا جائے وہ مکروہ ہے۔ چنانچہ ایک دن جناب قبلہ و کعبہ ہادی رہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ

نے یہ حکایت بیان فرمائی تھی کہ میرے والد پیشوا حضرت علی شیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھر میں کھانا کھا رہے تھے تو ایک لقمہ اپنے منہ سے نکال کر پھینک دیا۔ پھر پانی سے منہ کو صاف کیا پھر کھانے لگے۔ تو میں نے عرض کی کہ حضرت اس میں کوئی بال وغیرہ تھا فرمایا نہیں۔ وہ لقمہ نام کے سوائے حرام ہوگیا تھا۔ پھر فرمایا کہ کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ ھٰذَا الطَّعَامَ وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ اَللّٰھُمَّ اَسْتَعْمِلْنَا فِیْ طَاعَتِکَ وَلَا تَسْتَعْمِلْنَا فِیْ مَعْصِیَتِکَ ط یعنی حمد ہے واسطے اللہ کے وہ اللہ جس نے رزق دیا مجھ کو یہ طعام اور عطا کیا سوائے گردش کے اور نہیں ہے قوت عبادت کے سوائے یاری تیری کے اے میرے اللہ اس کو تحلیل کر بیچ عبادت اپنی کے اور نہ تحلیل کر اس کو گناہوں میں۔ اور مٹھائی کھائے تو یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ ط اے اللہ تو رزق عطا کر مجھ کو مٹھائی ایمان کی۔ اور اسی طرح تین سانس سے پانی پیئے۔ اول سانس کے بعد بِسْمِ اللّٰہِ کہے دوسرے سانس کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تیسرے کے بعد خدا کا شکر ادا کرے۔ اور بھی حدیث صحاح میں ہے کہ کھانے کے اول و آخر ذرا سی نمک کھائے۔ کہ یہ ستر بیماریوں کے لئے شفا ہے؛

سونے کا ادب یہ ہے کہ سب خواہشوں سے آزاد ہو کر خدا کی یاد میں شاغل ہو جائے پھر سونے کے وقت یہ دعا تین بار مانگے۔ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْنِیْ مِنْ مُّضْجَعِیْ لِذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَصَلٰوتِکَ وَاِسْتِغْفَارِکَ وَتِلَاوَۃِ کِتَابِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ یعنی اے اللہ مجھ کو اٹھائیو میرے بستر سے اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی نماز اور اپنی استغفار اور اپنی کتاب کی تلاوت اور اپنی اچھی عبادت کیلئے۔ اور بھی باوضو سوئے جب نیند سے جاگے اور اٹھے تو یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانِیْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِیْ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ یعنی سب تعریف ہے اللہ کو جس نے مجھ کو زندہ کیا بعد میرے مار دینے کے اور اسی طرح ہے اس کی طرف اٹھنا حشر کو؛

ادب پاخانہ؛ حاجت کے وقت یہ نیت کرے کہ میں اس سے جلد فارغ ہوں

جو با طہارت ہو کر عبادت کروں ۔ پھر پاخانہ بیٹھنے سے پہلے یہ دُعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ۔ یعنی اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ساتھ تیرے جن مردوں اور جن عورتوں سے ۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلموں کو پڑھتے جبکہ پاخانہ میں داخل ہوتے ۔ کیونکہ جن وغیرہ اسجگہ میں واسطے ایذا دینے آدمی کے حاضر ہوتے ہیں ۔ تو اس دُعا کے سبب اللہ تعالٰے ان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے ۔ اور حدیث میں ہے کہ پاخانہ میں مُنہ اور پیٹھ قبلہ کی طرف نہ کریں ۔ بعض نے کہا ہے کہ پیٹھ کرنا مکروہ نہیں ہے ۔ اور پاخانہ میں غم زدوں کیطرح بیٹھے ۔ اس خیال سے کہ یہ طعام کیسا پاک اور لذیذ تھا میری نسبت کے سبب میرے گناہوں کی شومی سے یہ ایسا نجس و پلید ہو گیا ہے کہ اگر اسکی نجاست کہیں کپڑا یا بدن کو لگے تو سوائے دھونے کے دور نہیں ہوتی ۔ پھر طاق ڈھیلوں سے استنجا کرے ۔ **ادب وضو** پانی بغیر شبہ کے پاک ہو اور مُنہ بطرف کعبہ ہو ۔ اوّل مسواک کرے پھر ہر عضو پر تین تین بار پانی ڈالے ۔ حضرت نے فرمایا ہے ۔ اگر کوئی عضو تین بار سے زیادہ دھوئے ۔ تو اُس نے مجھ پر ستم کیا ۔ بعد وضو داڑھی پر خلال کرے اگر بوقت وضو دنیا و عقبیٰ کی خواہش پیدا نہ ہو تو نماز بھی حضور دل سے پڑھی جاتی ہے اور اس سے وصل الٰہی کی بھی اُمید ہوتی ہے ۔ جیسا کہ عارف فرماتے ہیں ۔ وضو فصل ہے اور نماز وصل اور یہ بھی فرمایا کہ وضو کرنا جُدا ہونا دُنیا آخرت سے ہے اور نماز ملنا حق سے ہے اور **ادب اذان** کا یہ ہے کہ اذان کے وقت کام و کلام کرنا مکروہ ہے ۔ اگر مسجد میں ہو تو مکروہ نہیں ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر دونوں ہاتھوں کا چومنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے ۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دکھایا گیا ۔ اور اُن کا نام سنایا گیا ۔ تو آپ نے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھ دیئے ۔ اور اگر مسجد میں ہے تو اذان کے بعد مسجد سے باہر نہ نکلے ۔ اگر کوئی حاجت ضروری ہے تو خیر جیسا کہ وضو وغیرہ اور **ادب مسجد** کا یہ ہے کہ اوّل داہنا پاؤں مسجد کے

اندر نہ رکھے۔ جب مسجد میں داخل ہو تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ کہے کہ اس سے شیطان دور ہوتا ہے۔ پھر بسم اللہ پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو تو اوّل بائیں پاؤں میں جوتا ڈالے اور بایاں ہی پاؤں مسجد سے باہر نکالے۔ اسی طرح مصلّے پر بھی کرے اور بھی معتکف کے سوا مسجد کے اندر سونا اور کھانا و پینا مکروہ ہے۔ اور مسجد کے اندر دنیا کی بات کرنی حرام ہے چنانچہ حدیث ہے اَلْحَدِیْثُ فِی الْمَسْجِدِ بِحَدِیْثِ الدُّنْیَا یَاکُلُ الْعَمَلَ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الْحَشِیْشَ یعنی حضرتؐ نے فرمایا کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا کھاتی ہیں عمل کو جیسا کہ آگ کھاتی ہے گھاس کو۔ **ادب جماعت** ہر خاص و عام کے پیچھے نماز جائز ہے۔ مگر دیوث بدعتی کے پیچھے جائز نہیں ہے اور فاسق کے پیچھے مکروہ ہے اور دوسری حدیث میں ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم تکفیر مت کرو اپنے اہلِ قبلہ کی یعنی انکو کافر مت کہو اگرچہ وہ بڑے بڑے گناہ کریں، اور نماز پڑھو پیچھے ہر نیک و بد کے۔ اور بھی سب جماعت کے پاؤں سیدھے اور برابر ہوں۔ اور امام کی داہنی طرف جماعت زیادہ ہو۔ اور یہ بھی نہ کرے کہ میں فلاں کو آگے یا پیچھے کر کے وہاں کھڑا ہوں۔ جہاں موقعہ مل جائے وہاں کھڑا ہو۔ یہ مکان وقف ہے۔ اس میں کسی کا ملک و قبضہ نہیں ہے۔ اور سلام تک امام کی متابعت میں رہنا فرض ہے۔ **ادب نماز** کا یہ ہے کہ نماز میں بدنی و قلبی دونوں حرکتیں ناجائز ہیں۔ جیسا کہ اِدھر اُدھر دیکھنا اور ناجائز طور پر ہاتھ و پاؤں کو ہلانا منع ہے۔ اسی طرح دل میں بھی غیر خیالات کا آنا حرام ہے کیونکہ اندر کا ادب باہر آتا ہے جو چیز اندر ہوتی ہے وہ ضرور باہر ٹپکتی ہے۔ اسی واسطے خاص خشوع و رجوع کے سوا نماز نامنظور ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس حجاب کو جو اُس کے اور بندہ کے درمیان ہے اُٹھا دیتا ہے۔ اور اپنی وجہ کریم سے اُس پر متوجہ ہوتا ہے۔ اور ملائکہ اسکے دونوں شانوں کے پاس ہوا کی طرف کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اُسکی صلوٰۃ کے پیچھے صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔ اور اُسکی دعا پر آمین کہتے ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ فرمایا حضرتؐ صلی

اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ نے اچھی طرح وضو کیا۔ اور خوب خشوع و رجوع کے ساتھ نماز ادا کی
تو نماز اُس کو کہتی ہے کہ اللہ تیری حفاظت کرے۔ جیسا کہ تو نے میری حفاظت کی ہے۔
پھر وہ بلند ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے نور ہوتا ہے پھر وہ آسمان پر پہنچکر اللہ تعالیٰ تک
پہنچتی ہے۔ پھر اپنے پڑھنے والے کی سفارش کرتی ہے۔ اور جس نے نماز کو بے ادب
اور ضائع کیا۔ تو نماز اس کو کہتی ہے کہ خدا تجھے ضائع کرے۔ جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا ہے
پھر وہ اُوپر چڑھتی ہے تو اُس کے ساتھ تیرگی ہوتی ہے یہانتک کہ وہ آسمان تک پہنچتی ہے
تو اُس کیلئے دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پھر وہ لپیٹی ہوئی نیچے آتی ہے اور اُس نمازی کے مُنہ
پر ماری جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے یعنی اللہ بزرگ تر ہے تو اللہ تعالیٰ
اس کے قلب کو دیکھتا ہے۔ جب اس کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ سے بزرگ تر کوئی چیز نہیں
ہوتی۔ تو فرماتا ہے کہ تو نے اپنی زبان کے موافق دل میں بھی ٹھیک اللہ کی تصدیق کی ہے
پھر اس کے دل میں نور کی روشنی پھیلتی ہے اور وہ عرش کے ملائکہ سے ملاقات کرتا ہے
اور اس نور کے سبب اس کے لئے زمین و آسمان کے پردے کھُل جاتے ہیں۔ اور جب
سُست ہمت اور غافل نماز کے واسطے کھڑا ہوتا ہے تو اس کو شیاطین گھیر لیتے ہیں۔
جب وہ اللہ اکبر کہتا ہے، تو اللہ تعالےٰ اس کے قلب کو دیکھتا ہے۔ جب اسکے دل
میں کسی اور چیز کی خواہش اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہوتی ہے تو اس کے لئے فرماتا ہے کہ تو
جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ تیرے دل میں سب سے زیادہ بزرگ تو نہیں ہے جیسا کہ تو نے
اللہ اکبر کہا ہے۔ تو اس وقت اسکے دل سے ایک دُھواں اٹھتا ہے جو آسمان کے برابر
پہنچتا ہے پھر اس کے قلب پر حجاب ہو جاتا ہے۔ یہانتک کہ شیطان اُسکے قلب کو اپنا
لقمہ بنا لیتا ہے اور ہمیشہ اسکی طرف وسوسے ڈالتا ہے۔ پھر دُنیا وغیرہ کی خواہشیں اس کی
زیادہ بڑھتی جاتی ہیں۔ غرض بے ادب نماز کو تو الٹا اس طرح عذاب میں ڈالتی ہے۔ اگر
باادب نماز ادا کیجائے، تو وہ کمال ہو کر خدا کے وصال تک پہنچا دیتی ہے پھر فرمایا مشائخ

فرماتے ہیں کُلُّ عَمَلٍ لَاحَظَّ لَہٗ فِی الدُّنْیَا وَلَا ثَمْرَۃَ لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ یعنی کوئی عمل ہو جبکہ دنیا میں پھل نہ دے تو عقبیٰ میں اسکا کچھ ثواب نہ ہوگا۔ یعنی پھل یہ ہے کہ عبادت کرنیکے وقت اس کو حظ پیدا ہو۔ پھر فرمایا خدا کے بندے ایسے بھی ہیں کہ جب تک رکوع و سجود میں لَبَّیْكَ عَبْدِیْ کی آواز نہیں سُنتے، وُہ رکوع و سجود سے سر نہیں اُٹھاتے۔ اور نیز انیس الارواح میں نقل ہے کہ ایک دن خواجہ جنید بغدادی و شیخ شبلی رحمہم اللہ تعالےٰ واسطے وضو کے دریائے دجلہ پر گئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ وہ گٹھہ لکڑی کا اتار کر وضو کر رہا ہے، انہوں نے اسی کو پیش امام کیا۔ وہ بزرگ رکوع سجود میں بہت ٹھہرتے تھے۔ بعد نماز کے حضرت جنید و شیخ شبلی نے اس سے کہا کہ آپکی رکوع و سجود میں دیر کرنیکی کیا وجہ تھی۔ اس نے کہا کہ میں رکوع و سجود میں جب تک آواز لَبَّیْكَ عَبْدِیْ نہیں سنتا دوسری تکبیر نہیں کہتا ہوں۔ یہ سنتے ہی دونوں بزرگ رو پڑے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ فی الواقع اہل محبت کو جب تک نماز میں حضور نہیں ہوتا۔ وہ نماز تصور نہیں کرتے۔ پھر فرمایا۔ فرائض تکمیل سنن مؤکدہ ہیں اور سنن کی تکمیل نوافل ہیں اور نوافل کی تکمیل ادب ہے اور ادب ترک دنیا ہے۔ اور بھی عشا کی نماز اندھیرے میں پڑھنی مکروہ ہے اور شعلہ مارتی ہوئی آگ کے سامنے بھی نماز پڑھنی جائز نہیں ہے اس واسطے کہ آتش پرستوں کے ساتھ تشبیہ نہ ہو۔ اور فرض کی جگہ سنت نہ پڑھے۔ قدم بھر یا سجدہ بھر جگہ بدل لے۔

ادب بزرگان: اگر کسی بزرگ کی خانقاہ پر جائے تو اوّل کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ پھر اس کی ارواح کو کچھ کلام بخشے۔ اور اولیاء اللہ ہمیشہ زندہ ہیں۔ جیسا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ انکی زیارت کو جانا بڑا ثواب ہے اور مشائخ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی درویش کی زیارت کو آتا ہے تو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور فرشتے کہتے ہیں الٰہی تو اس کو اپنا وصال نصیب کر جیسا کہ اس نے تیرے ولی سے وصال کیا ہے اور حدیث صحاح میں ہے یَا اَیُّھَا اَبَا ذَرِیْنَ اِذَا خَلَوْتَ فَاَکْثِرْ ذِکْرَ اللّٰہِ وَزُرْ وَلِیَّ اللّٰہِ

شَیَّعَہٗ زَارَکَ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ وَیَقُوْلُوْنَ وَصَّلْنَا اِلَیْہِ فِیْکَ فَصِلْہُ یعنی حضرت نے فرمایا۔ اسے ابوزرین جب کہ تو خلوت میں ہو تو خدا تعالےٰ کی یاد کثرت سے کر اور زیارت کر کسی بھائی کی واسطے اللہ کے۔ کہ جو شخص زیارت کرتا ہے واسطے خدا کے تو شمولیت کرتے ہیں اُسکی ستر ہزار فرشتے رحمت کے نازل ہو کر اُس پر کہتے ہیں۔ یاالٰہی ہم اس بندے کیطرف پہنچے تیرے واسطے ساتھ رحمت تیری کے پس تو اِس کو وصال دے غرض اللہ کیواسطے زیارت کرنیکی یہ جزا ہے۔ پھر فرمایا کہ قبروں میں کھانا و پینا حرام ہے اور اسجگہ ہنسنا اور نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جگہ عبرت کی ہے عبادت و خوشی کی نہیں ہے علیٰ ہذالقیاس اسی طرح سب کام میں ادب کی استعمال سے کمال حاصل ہے۔ اور بے ادب بدکار نفس کا تابعدار تو آخر کو اس طرح خراب و خوار ہوتا ہے۔ چنانچہ جناب قبلہ و کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے ایک بے ادب غلام بیفرمان کی یہ حکایت بیان فرمائی تھی کہ حضرت فقیر صاحب سلطان ہاتھیوان قدس سرہٗ کا ایک غلام تھا۔ اُس کو کسی مُرید نے ایک تھال مٹھائی یعنی جلیبیوں کا فقیر صاحب* کی نذر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مردود اس کو تم ہی کھاؤ۔ جب اس نے کھالی تو باقی بہت مٹھائی بچ بھی رہی۔ تب فرمایا کہ اس ایک جلیبی سے تیرا کیا بن پڑا۔ اُس نے انکار کیا کہ مَیں نے تو کوئی نہیں کھائی۔ آپنے فرمایا فلاں جگہ راستے میں تو نے کُتوں کا گو نہہ کھایا تھا پس وہ اس قدر دیوانہ ہو گیا کہ آخر کو کتوں ہی کی نجاست کھاتا پھرتا مرگیا۔ پس اتنا فرما کر آپ دولت سرائے میں تشریف لے گئے۔ اور مجلس برخاست ہوئی۔

مجلس پنجم

بتاریخ ۸۔ ماہ شوال بروز یکشنبہ ظہر کے بعد یہ بندہ جناب قطب الاقطابؒ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ ذکر پیر و مرید کا ہوا۔ فرمایا پیر وہ جو کامل ہو۔ اور شریعت طریقت حقیقت کا عامل ہو اور بھی راہ خطر و امن کو جانتا و پہچانتا ہو۔ عالم بھی باعمل ہو کیونکہ

*خدمت میں دیا۔ اُس نے راستہ میں آتے ہوئے ایک جلیبی اُٹھا کر کھالی۔ پھر وہ تھال فقیر صاحب کی

[illegible]

پیر مانند بدرقہ کے ہے جو کہ رہبری کرتا ہے۔ علم کیا ہے راہ ہے اور مرشد کیا ہے راہبر ہے راہ بدوں راہبر کے طے نہیں ہوسکتا۔ اور بیعت کرنا ایک مسنون فعل ہے۔ جیساکہ صحابہ کرامؓ نے رسول علیہ السلام سے بیعت کی چنانچہ قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ط یعنی فرمایا اللہ تعالےٰ نے اے میرے حبیب جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے پس رسولؐ دست قدرت الہٰی کے نائب ہیں اور مشائخ ہاتھ پیغمبر کے نائب ہیں پس ان سے بیعت کرنی عزوجل سے بیعت کرنی ہے۔ پھر حق تعالےٰ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ط یعنی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے تو انکی ہدایت کی پیروی کرو پھر فرمایا قولہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط یعنی اس طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل کہ تم ہو بتانے والے لوگوں پر اور رسولؐ ہے تم پر بتانے والا اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ كَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ ط یعنی شیخ اپنے مریدوں میں ایسا ہے جیسا نبیؐ اپنی اُمّت میں پس پیر کامل کی بیعت کرنی سنّت مانند فرض کے ہے طالب اللہ کو مرشد پکڑنا ضروری ہے۔ اسواسطے کہ بغیر راہنما کے باطن صفا نہیں ہوتا۔ اور بھی سوائے پیر کے عبادت وغیرہ بے سود بے مقصود ہوگی، کسی منزل تک نہ پہنچیگا جیساکسی قائل نے کہا ہے۔ بیت

اگر بے پیر کارے پیش گیرد ہلاکت را او راہبر خویش گیرد

پس مرید صادق کو چاہئے کہ پیر کامل کا مطیع ہو اور اُسکے سب حکموں کا فرمانبردار و خدمت گزار ہو کر اسکے حال و افعال کا پیرو ہو۔ اگر خود سے کوئی چیز اختیار کریگا تو وہ مشرک ہے شیخ فرماتے ہیں کہ جو مرید اپنی رائے پر چلے گا وہ بت پرست ہے۔ اسی واسطے رسول علیہ السلام فرماتے ہیں اَلرَّفِیْقُ ثُمَّ الطَّرِیْقُ ط یعنی پہلے رفیق بناؤ۔ پھر راستہ پر چلو پھر فرمایا کہ یہ راہ

پر خطر ہے۔ پیر کے سوا شیطان نقصان کے راستہ میں ڈالیگا چنانچہ حدیث پاک مَنْ لَيْسَ لَهٗ شَيْخٌ فَشَيْخُهُ الشَّيْطَانُ یعنی جس کا کوئی پیر نہیں تو پیر اُس کا شیطان ہے پس طالب خدا کو بغیر مرشد کوئی چارہ نہیں ہے اور بھی طالب کو چاہیئے کہ ایک پیر کامل کا مرید ہو۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ ایک اور دین ایک ایمان ایک پیغمبر ایک ہے تو شیخ بھی ایک ہونا چاہیئے۔ دوسرے مشائخوں سے اعتقاد نیک رکھے۔ لیکن اپنے پیر کو ہر سے اعلیٰ تر جانے اور سب فیض اپنے پیر کا سمجھے جیسا کہ وہ دوسرے پیغمبروں کا منکر نہیں ہے اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے بہتر جانتا ہے۔ اسی طرح اپنے پیر کو ہر مشائخ سے بہتر جانے اور اور اس کے ادب کو نگاہ رکھے۔ ادب کے سبب بعض مرید کو یہ طاقت نہیں ہوتی کہ شیخ کیطرف نظر بھر کر دیکھے شیخ شیوخ فرماتے ہیں کہ پیر کے روبرو مجھے پسینہ آجاتا تھا اور منصور مغربی سے لوگوں نے سوال کیا۔ کہ آپ اپنے پیر عثمان کی صحبت میں کس قدر رہے ہو۔ کہا میں انکی خدمت میں رہا ہوں صحبت تو بھائیوں اور ہم جنسوں کی ہوتی ہے شیخ کے ساتھ خدمت ہوتی ہے۔ اور بھی مرید کو کبھی شیخ کے کسی حال سے مشکل پیش آوے یعنی کوئی عجوبہ ذکر یا کوئی سخت امر کرے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہوا یاد کرے کہ جس طرح خضر علیہ السلام کا اصلی مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ سمجھ سکے۔ اسی طرح مرید بھی اپنی سمجھ کا قصور تصور کرے شیخ کے کہنے سے ہرگز کوئی انکار و تکرار نہ کرے۔ جیسا خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمت فرماتے ہیں ؎

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

پھر یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی پیر طریقت سے بیعت توڑ کر دوسرے کی بیعت کرے تو وہ ملحد طریقت ہے۔ شریعت و طریقت دونوں سے رد ہے وہ کبھی راہ راست پر نہ آئیگا۔ نعوذ باللہ منہا۔ مشائخ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے پیر طریقت سے پھر جائے یا

توبہ میں لغزش واقع ہو تو وہ دوبارہ بیعت کر سکتا ہے۔ اگر وہ بیعت نہ کریگا تو بیعت اوّل درست نہ رہے گی اور حضرت خواجہ فریدالدین گنجشکر علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر خواجہ قطب الدین علیہ الرحمت سے عرض کی کہ اگر پیر حاضر نہ ہو اور توبہ میں لغزش واقع ہو جائے تو کیا کرے ؟ فرمایا کہ اپنے پیر کے کپڑے آگے رکھے یا اُن کی تربت سے بیعت کرے کہ میں نے ایسا کرتے ہوئے کئی مرتبہ اپنے پیر کو دیکھا ہے اور کبھی کبھی میں نے بھی کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ مرید کو چاہیئے کہ جتنا زیادہ ہو سکے پیر کی خدمت میں رہے اور صحبت اختیار کرے اور کم سے کم ایک چلّہ تو رہے۔ جس نے یہ بھی نہ کیا۔ تو کچھ نہ کیا۔ اگر پیر کی صحبت میسّر نہ ہو تو جو اُن کا وظائف مروی ہو۔ اُسی پر کام کرے اگرچہ وہ تھوڑا ہی ہو۔ اور جو وظائف وغیرہ خود اختیار کریگا تو وہ ہوائے نفس ہوگی۔ اگرچہ وہ کتنا ہی عبادت وغیرہ کرے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ جو درخت خود رَو ہوتا ہے اس کا پھل بے طاقت اور بے مزہ ہوتا ہے۔ پیوند کا پھل موٹا اور لذیذ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا مشائخ کا قول ہے کہ شیخ مرید کو اقتدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرائے اور راہ شریعت پر چلائے اور اگر پیر یا مرید مذہب سُنّت وجماعت پر نہ ہو اور حکایات بھی اس کی موافق کتاب اللہ وسنّت رسُول اللہ کے نہ ہو، تو وہ دین کا راہزن اور دنیا کا ٹھگ ہے۔ اور یہ بھی پیر پر واجب ہے کہ جسقدر مُرید کی طاقت و لیاقت اور ہمت و عقل دیکھے تو اسی قدر اس کو وظائف اور عبادت میں مشغول کرے اور ویسی ہی تلقین فرمائے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے اُن کی عقل کے موافق بات چیت کرتے تھے اور ہر شخص کو اس کام کا حکم دیتے تھے کہ جس کے قابل وہ ہوتا تھا۔ بعض کو زیادہ خرچ کرنیکا امر فرماتے تھے۔ اور بعض کو کم خرچ کرنیکا ارشاد کرتے اور بعض کو کسب فرماتے اور بعض کو ترک کسب کا حکم دیتے تھے جیسا کہ اصحاب صفہؓ تھے اور کبھی عام کو ظاہر شریعت پر چلاتے جو خاص دیکھتے اُس کو باطنی ارشاد فرماتے تھے۔ اسی طرح شیخ بھی طالب کے عقائد اور سمجھ کے موافق ارشاد کرے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے جہاں کو علم دیا۔

تو اس کو ضائع کیا اور جس نے مستحق کو رد کیا تو اس نے ظلم کیا پس پیر کامل تدبیر ہوتے ہیں۔
اور طبیب کی طرح ہر مریض کی مرض اور طبیعت کے موافق دوا و غذا دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز
جناب قبلہ و کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے اس کے موافق یہ
حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک سیّد صاحب جو بڑے عالم تھے۔ ہندوستان سے میرے
والد صاحب حضرت علی شبیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے۔ اور مرید ہونے کی التماس کی۔
آپ نے اس کا سب حال دریافت کیا اور فرمایا۔ اگر میں آپ کو کسی اور طرف بھیجوں تو
جاؤ گے؟ اس نے عرض کی کہ میں تو آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔ آگے آپ کی مرضی۔
فرمایا دریا کے پار رشید پور میں بھائی چینا نام ایک ہندو فقیر ہے۔ تم اُس کے پاس جاؤ۔
اُس کو میرا نام و سلام کہنا۔ سیّد صاحب کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ مگر لاچار رانہ ہوکر
بھائی صاحب کے مکان پر گئے۔ چیلوں سے پوچھا۔ تو اُنہوں نے کہا کہ فلاں کنواں پر
نہانے کو گئے ہیں۔ سیّد صاحب وہاں چلے۔ راستے میں آتے ہوئے ملاقات ہوگئی۔
سیّد صاحب نے اپنا سب حال بیان کیا۔ تو کسی سبب راستہ میں بھائی صاحب آگے اور
سیّد صاحب پیچھے ہوگئے۔ شاہ صاحب نے دل میں کہا کہ فقیر صاحب نے مجھ کو کُتّے کافر
کے پیچھے لگا دیا ہے جس کو تو اتنی بھی شناس نہیں۔ کہ میں ایک تو سیّد آلِ رسولؐ دوسرا عالم
ہوں۔ اس نے کچھ بھی ادب نہیں کیا۔ پھر مجھ کو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ بھائی چینا کھڑے
ہوگئے۔ فرمایا آؤ شاہ صاحب تم سیّد آل رسولؐ کی اور عالم فاضل آگے چلو اور ہم کُتّے کافر
پیچھے چلیں گے۔ یہ سنتے ہی سیّد صاحب نہایت متعجّب و حیران ہوکر دل میں بہت پشیمان ہوئے
جب مکان پر آئے تو بھائی صاحب نے کہا کہ۔ شاہ جی تم اپنی چیز لینے آئے تھے۔ یا
میرا کفر دیکھنے آئے تھے۔ جاؤ اس نعمت کو وہی صاحب ارزاں کر رہے ہیں۔ یہاں
متکبّر کو یہ نعمت نہیں ملتی۔ پھر شاہ صاحب پشیمان ہوکر واپس فقیر صاحب کی خدمت میں
آئے۔ اور وہ سب حال عرض کر دیا۔ تب اس وقت فقیر صاحب نے اُس کو اپنا مُرید کیا۔

کسی دانشمند نے کہا کہ حضرت اگر اس کو آپ ہی نے مرید کرنا تھا تو وہاں بھائی صاحب کے
پاس بھیجنے کا کیا سبب تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو دو فخر تھے۔ ایک تو سیّد، دُوسرا عالم تھا
وہاں اس کا وہ غرور دُور کرنا تھا۔ ورنہ اِس دستور کے سوا اُس کا یہ فخر دُور نہ ہوتا تھا۔ اتنے میں
ایک شخص مرید ہونے کو آیا۔ اور کچھ شیرینی فتوح لایا۔ جناب قطب الاقطابؒ نے فرمایا کہ اس کو
بھائیوں میں بانٹ دو۔ حسب الارشاد یہ بندہ عمل میں لایا۔ آپ مسجد کو تشریف لائے۔ اور
نمازِ عصر ادا کی۔ مجلس برخاست ہوئی۔

مجلس ششم

ذکر شریعت و طریقت و حقیقت کے منازل و مدارج کا

بتاریخ ۹ ماہ شوال ۱۳۲۷ھ بروز دوشنبہ ظہر کے بعد یہ بندہ جناب قطب الاقطاب کی خدمت
میں حاضر تھا۔ ذکر **شریعت و طریقت** اور **حقیقت** کے منازل و مدارج کا ہوا۔ فرمایا
اس راہِ سلوک میں مقدم شریعت ہے۔ اس میں نفس کے ساتھ ایسا مجاہدہ کرے کہ اسکی
مخالفت سے نفس کا تزکیہ ہو جائے۔ تب اس پر طریقت کا دروازہ کھلے گا۔ لیکن
شریعت و طریقت کے مابین ایک اور مکان برزخ ہے۔ جس کو سالک گھاٹی بھی کہتے ہیں
اس میں اکثر طالبِ خدا کو نفس و شیطان ایسا گردان لیتا ہے کہ یا تو وہ شریعت پر طعن
کرنے لگتا ہے یا طریقت پر اعتراض اٹھاتا ہے۔ جب ایک کا انکاری ہوا تو پھر وہ دونوں
سے رد ہو کر راہِ حق سے گمراہ ہو جاتا ہے۔ جب طالب صادق ان حرکات سے بچ کر
راہِ طریقت پر چلنا چاہتا ہے تو پھر یہ ملعون بعضوں کے وجود میں فرعون کی طرح انانیت
کی حرکت پیدا کرتا ہے۔ وہ جاہل اس کو ہمہ اوست سمجھ کر اسی پر قائل ہو جاتا ہے۔
آگے چلنے سے رہ جاتا ہے۔ یہ ہمہ اوست نہیں ہے۔ ہمہ اوست حالی ہوتا ہے جو
بہت ریاضت و عبادت اور مدارج کے بعد خود سے فانی ہو کر تیسری منزل

حقیقت میں وارد ہوتا ہے اور یہ انانیت فالی ہے جو بغیر نیست کیے آپ کو ہست کہلاتا ہے۔ علامت اس کی یہ ہے کہ اس میں محبت الٰہی کم ہونے لگتی ہے۔ آخر کم ہوتی ہوتی چھوٹ جاتی ہے اور صرف باتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ پھر دنیا میں راغب ہو کر آخر خواری و خرابی پاتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا اور جو طالب صادق اس حرکت سے بھی بچ نکلا اور آگے چلنا چاہتا ہے تو پھر اس میں حق تعالیٰ اپنی محبت کو زیادہ بڑھاتا ہے۔ تب وہ طریقت میں عبادت و ریاضت کے ذریعے سے دل کا تصفیہ کر کے دروازہ حقیقت تک پہنچ جاتا ہے اور ان کے درمیان بھی ایک گھاٹی ہے جس میں نفس شیطان یہ کہتا ہے کہ جب ہمہ اوست ہے تو پھر حرام و حلال میں کیا فرق اور کیا خوف ہے۔ تو اکثر طالب خام اس میں بھی بہت بدنام ہو کر گر گئے۔ اور بھی اسجگہ جب مرید بکثرت ہونے لگے۔ اور عام تمام لوگ تعریف و تعظیم کرنے لگے۔ فتوح وغیرہ پہنچنے لگے۔ تو پھر اس میں عجب و غرور بھی منہ دکھاتا ہے۔ اس پر بھی ہزاروں اس گھاٹی سے گر کر بحر تحیر میں ڈوب گئے۔ اسی واسطے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی کا ایمان کامل نہیں ہوتا جتنی کہ آدمی اسکے نزدیک بکری کی مینگنوں کے ہو جاویں۔ پھر وہ اپنے نفس کو سب سے نیچا اور کمتر جانے پس جو اسجگہ آپ کو نیست و نابود سمجھ کر معبود حقیقی کے سجود میں مستغرق ہو جائے تو پھر روح روشن ہو کر باب معرفت کا اس پر کھل جاتا ہے۔ تب اس کی کرامات کا ظہور شمسی نور کی طرح ظہور پکڑتا ہے۔ علیٰ ہذالقیاس اسی طرح مکان احدیت تک ہر گھاٹی پر سالک کو شیطان کا خوف اور غرور کا ڈر ضرور رہتا ہے۔ اور مشائخ نے سلوک کے بہت درجے بیان فرمائے ہیں۔ آخر پندرہ پر اتفاق کیا ہے۔ جن میں سے پانچواں درجہ کشف و کرامات کا ہے کہ جس نے اس میں بھی آپ کو ظاہر کیا اور اسی میں اپنا دل لگایا۔ تو وہ آئندہ درجات کی ترقی سے بے نصیب ہوا۔ پس سالک کو کسی مکان پر نہ ٹھہرنا چاہیئے،

آگے چلے۔ کیونکہ مقصود آگے ہے کہ جس درجہ میں ہے اس سے آگے درجہ برتر ہے پھر فرمایا کہ ان ہر چہار مکانات پر سالک کو اس طرح درجات حاصل ہوتے ہیں۔ عارف فرماتے ہیں کہ اہل شریعت کو تو اوّل مجاہدہ کے ذریعہ سے اچھے اور نیک خواب آتے ہیں۔ کبھی آپ کو نماز یا تلاوت قرآن میں دیکھتا ہے۔ اور کبھی نیک جگہ کعبہ شریف وغیرہ میں نماز پڑھتا ہے۔ کبھی بزرگوں کی زیارت کرتا ہے۔ کبھی خواب میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس تک جاتا اور کبھی آسمان پر بھی پرواز کرتا ہے۔ اور اہل طریقت مراقبہ میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتا اور مشرف دیدار ہوتا ہے اور آسمان پر جاتا اور بیت اللہ وغیرہ میں نماز پڑھتا ہے اور اہل حقیقت مکاشفہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اور خود وجود سے آپ کی مجلس میں جاتا اور وجود سے ہی جا کر آسمان و خانہ بیت اللہ میں نماز پڑھتا ہے اور اہل معرفت ولی ہوتا ہے۔ زمین و آسمان کی سب چیزیں دیکھتا ہے۔ دوزخ اور بہشت کا اس کو مکاشفہ ہوتا ہے اور ولی کے دو جسم بلکہ زیادہ بھی ہوتے ہیں۔ جہاں چاہتا ہے وہاں ہی وجود سے موجود ہوتا ہے۔ اور وہ اکثر اپنے پیغمبر کی مجلس میں رہتا ہے۔ اور ہوا پر اڑتا ہے۔ پانی پر چلتا ہے۔ زمین و آسمان کی رگیں اس کے واسطے کھینچ دیتے ہیں لیکن ولی نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے پیغمبر کی گفتار و رفتار و کردار کا پیرو نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ جو کچھ شریعت کے مجاہدہ میں دیکھتا ہے تو وہ طریقت کے مراقبہ سے دیکھتا ہے اور جو مراقبہ میں دیکھتا ہے وہ حقیقت میں آکر مکاشفہ سے دیکھتا ہے اور معرفت میں تو سوائے مشاہدہ حق کے اور کچھ دیکھتا ہی نہیں ہے۔ اور عارف فرماتے ہیں کہ مقام احدیت میں تو بعض ولی کو اس طرح مشاہدہ ہوتا ہے کہ دل کی آنکھ سے خدا عزّ و جلّ کو دیکھتا ہے۔ کیونکہ جس طرح سر کی آنکھ میں سیاہی کے اندر پتلی ہے۔ اسی طرح دل کی آنکھ میں بھی پتلی ہے لیکن جس شخص کا نفس دنیا ہی میں مر جاتا اور روحانی ہو جاتا ہے تو وہ دنیا میں دل کی آنکھ سے حق کو

دیکھتا ہے اور بہشت میں تو سر کی آنکھ سے پروردگار کا عام اہل بہشت کو دیدار ہوگا۔ پس ان سب درجات کی مقدم شریعت ہے۔ جب پہلے شریعت کی کمالیت کو نہ پہنچے گا تو وہ طریقت حقیقت وغیرہ کو کب پہنچے گا ہرگز نہ پہنچے گا۔ پھر فرمایا کہ شریعت میں تو سالک با تتہ اس طرح نفس کے ساتھ مجاہدہ کر کے مقصود تک پہنچے ہیں۔ **نقل** ہے کہ حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج علیہ الرحمت کتاب راحت القلوب میں فرماتے ہیں کہ جب میں بخارا میں آیا تو سنا کہ اس شہر کے متصل ایک بزرگ غار میں رہتا ہے۔ میں ان کی زیارت کو گیا وہ بزرگ عالم تحیر میں کھڑا تھا۔ چار دن کے بعد عالم صحو یعنی ہوشیاری میں آیا۔ میں نے سلام کیا بعد جواب سلام کے فرمایا۔ کہ تجھ کو مجھ سے رنج پہنچا ہوگا۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔ پھر کہا۔ اے فریدؒ میں تیس برس سے اس غار میں رہتا ہوں۔ یہ راہ راست بازوں کا ہے۔ جس نے اس راہ میں قدم راستی سے رکھا۔ وہ منزل مقصود کو پہنچا۔ اگر اس راہ میں بے رضا دوست کے قدم مارے گا۔ تو جل جائیگا۔ بعدہٗ فرمایا۔ کہ جس روز سے مجھے محبت الٰہی نصیب ہوئی۔ میرے وحق تعالےٰ کے درمیان ستر ہزار پردے تھے۔ تو فرمان ہوا کہ آگے آؤ جب پہلا پردہ اُٹھایا گیا۔ تو مقربان درگاہ کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے۔ کہ ہم تیرے دیدار کے مشتاق ہیں۔ پھر دوسرے حجاب سے گزرا۔ وہاں بھی یہی حال تھا۔ جب حجابِ خاص میں پہنچا۔ تو آواز آئی۔ کہ اے شخص اس حجاب سے وہ عبور کر سکتا ہے جو جملہ موجوداتِ دنیاوی کو ترک کرے۔ بلکہ اپنی ذات سے بیگانہ ہو جاوے۔ تب مجھ سے بیگانہ ہوگا۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں تو سب سے بیگانہ ہوا ہوں۔ آواز آئی کہ اگر تو نے سب کو چھوڑا۔ تب اس مرتبہ کو پہنچا۔ **نقل دیگر** اسی کتاب راحت القلوب میں ہے کہ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ میں نے ستر برس تک اللہ تعالیٰ کی اس طور سے عبادت کی ہے کہ غایت مشغولی سے یہ نہ جانا۔ کہ آج کون سا روز ہے یا کون سا مہینہ ہے۔ تیس برس تک تو عالم حیرت و تفکر میں کھڑا رہا۔ اس عرصہ

اٹھنا بیٹھنا سونا مجھے یاد نہیں اور کھڑا رہنے کی وجہ سے میرے پاؤں سے خون جاری رہتا تھا۔ بعد دو سال کے عالم صحو میں رہا۔ اس عرصہ میں ایک ساعت یا ایک لحظہ میں نے نفس کو پانی یا کھانا پیٹ بھر نہیں دیا۔ مہینہ یا ہفتہ میں تولہ یا دو تولہ کھا لیتا تھا۔ جب پھر بھی کام میں کاہلی دیکھی۔ تو ایک سال تک کچھ نہ دیا۔ ہر روز نفس کو وعدہ وعید پر ٹالتا رہا۔ ایک مدت کے بعد چلا اٹھا۔ کہ یہ وعدہ خلافی کب تک ہو گی میں نے جواب دیا۔ واپس دم تک۔ اور بھی اگر میں اپنے مجاہدات کا حال بیان کروں۔ تو ان کے سننے سے تم پر ہیبت اور تعجب غالب ہو گا۔ سننے کی طاقت نہ رہیگی، اے عزیز سالک باللہ اولیاء اللہ تو اس طرح کی عبادات اور ایسے ہی مجاہدات کر کے مقصود تک پہنچے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اہل طریقت کو بھی مجاہدات اور عباوات کے ذریعہ سے مراقبہ میں اس طرح مکاشفہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث مشارق میں ہے کہ ایک دن رسول علیہ السلام ممبر پر وعظ فرما رہے تھے کہ اس میں آپ کو مکاشفہ ہوا۔ منہ مبارک یاروں کی طرف کیا اور فرمایا سَلُوْنِیْ اَخْبَرُکُمْ مَا دُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ یعنی تم مجھ سے پوچھو جو چاہو میں تم کو اس کی خبر دوں گا جب تک کہ میں اس مقام پر ہوں۔ ایک اصحابی نے اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ایک قافلہ دمشق کو گیا ہوا ہے وہ کب آئیگا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ قافلہ مدینہ کے دروازہ پر پہنچا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں، تو واقع اسی طرح تھا۔ اور بھی نقل ہے کہ ایک عامی شخص حضرت شیخ عبد اللہ کا مرید تھا۔ وہ مراقبہ میں مشغول رہتا تھا۔ ایک دن ایک عالم نے یہ آیت پڑھی وَیَقُوْلُوْنَ سَبْعَۃٌ وَّثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ یعنی کہتے ہیں کہ اصحاب کہف سات آدمی ہیں۔ اور آٹھواں انکا کتا ہے تو اس کو مراقبہ میں مکاشفہ ہوا۔ کہنے لگا کہ وہ ایک غار میں ہیں میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ سات جوان ہیں اور آٹھواں ان کا کتا آگے دروازہ کے ہے، تو عالم نے کہا۔ تو کافر ہو گیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو یوں فرماتا ہے قُلْ رَّبِّیْ اَعْلَمُ بِعِدَّ

تھم ط یعنی اے میرے حبیب کہہ دو کہ میرا رب ان کی گنتی کو خوب جانتا ہے یعنی دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ پس یہ خبر کسی نے شیخ کو پہنچائی۔ کہ تمہارا فلاں مرید کافر ہو گیا ہے کفر کا کلمہ بکتا ہے۔ شیخ نے کہا وہ کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا۔ وہ کہتا ہے کہ میں ایک غار دیکھتا ہوں کہ سات جوان اس کے اندر اور آٹھواں اُن کا کتا ہے۔ شیخ نے کہا۔ وہ کفر نہیں بکتا۔ سچ کہتا ہے۔ اس کو مکاشفہ ہوا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے مَا یَعْلَمُھُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ ط یعنی نہیں جانتے ہیں مگر تھوڑے سے۔ پس یہ مرید بھی اُن تھوڑوں میں سے ہے۔ پھر اس کے بعد حقیقت کے مکاشفہ کا بیان فرمایا۔ کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ منبر پر وعظ فرما رہے تھے۔ اچانک اس وعظ کی حالت میں منبر سے اُتر آئے۔ پشت خلق کی طرف اور منہ منبر کی طرف کر کے چپ ہو کر نیچے کے زینہ پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُٹھے۔ لوگ کہنے لگے شاید شیخ دیوانہ ہو گیا ہے۔ ایک عزیز نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا باعث جو آپ اثناء وعظ میں ممبر سے اُتر پڑے اور خلق کی طرف پشت کر کے نیچے بیٹھ گئے۔ ایسا واقعہ تو آپ سے کبھی نہ ہوا تھا۔ جواب میں فرمایا کہ میں نے پیغمبر علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ وہ آکر اس منبر پر بیٹھ گئے ہیں۔ پھر میری کیا مجال کہ اُن کے مقابل بیٹھوں یا اُن کی طرف پشت کروں اور بھی میری کیا طاقت کہ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے روبرو وعظ کر سکوں۔ اس لئے منبر سے اُترا۔ اور چپ ہو کر بیٹھ گیا ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ مجاہدہ اور مراقبہ اور مکاشفہ تو شریعت و طریقت اور حقیقت کا ہے۔ معرفت میں کشف و کرامت کی توجہ بے شمار ہے۔ یہاں تک کہ سالک باللہ اولیاء اللہ کو تو اپنے جسم کے تبدل و تغیر کرنے کا بھی اختیار ہے۔ اور اسی کے مطابق تو ایک دن جناب قبلہ و کعبہ ہادی رہنما حضرت چراغ علی شاہ دامہ اللہ برکاتہٗ نے یہ حکایت بیان فرمائی تھی۔ کہ شیخ کبیر نام ایک سید حضرت شاہ جیونا صاحب کی اولاد میں سے تھا۔ وہ اکثر فقیر صاحب حضرت سلطان

ہاہھیوان قدس سرہٗ کی خدمت میں بہت آیا جایا کرتا تھا۔ جب فقیر صاحب کی مجلس میں آتا
تو دل میں کہتا۔ کہ میں ان کا مُرید ہو جاؤں ۔ پھر خیال آتا۔ کہ میرا دادا شیلہ بھیونانے تو
خود دیوار پر سوار ہو کر اُس کو دوڑایا تھا۔ پس ایسے ہی خیال کر کے نفس ٹال مٹول کر دیتا تھا۔
ایک دن شیخ کبیر اور اُس کی رعایا کا مال۔ مویشی کئی شخص لُوٹ کر لے گئے۔ شیخ
کبیر اُن کے پیچھے اس بستی میں گئے۔ جہاں وہ مال لے گئے تھے۔ وہاں بہت
دن رہے۔ مگر وہ تو شیخ کبیر کی بات نہ سُنتے تھے۔ ایک دن حضرت سلطانوں کے
سلطان اپنی اصلی صورت تبدیل کر کے شیخ کبیر کے پاس آئے۔ اس نے آپ کو
نہ پہچانا۔ شیخ کبیر نے کہا۔ فقیر صاحب کچھ پینا ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ تو شیخ کبیر فقیر کو اپنے
ہمراہ ہر گھر میں لے جاتے اور لسّی وغیرہ پلاتے ۔ اور فقیر صاحب بھی پیتے جاتے
مگر بس نہ فرماتے۔ اس میں تمام لوگ متعجب و حیران ہوئے۔ آخر فقیر جنگل کو روانہ
ہوا۔ لوگ بھی ان کے پیچھے ہوئے۔ جب سب آدمی واپس چلے گئے۔ صرف ایک
شیخ کبیر باقی رہ گئے۔ تب فقیر صاحب اپنی اصلی صورت پر ظاہر ہوئے تو شیخ کبیر
قدموں پر گر پڑے۔ آپ نے فرمایا کہ مردؔ تم نے دیر لگائی ہے۔ اس لئے ہم تیری خاطر
آئے ہیں۔ شیخ کبیر نے کہا حضرت میں کیا کروں۔ یہ لوگ تو میری بات بھی نہیں سنتے پھر
آپ نے فرمایا۔ پیر لوگ جو وہ کچھ کہتے ہیں کچھ۔ اس نے کہا کہ حضرت میرا کہا کیا کرتا ہے فرمایا
اب جاؤ کچھ تو ان کو کہو نہ شیخ کبیر آئے۔ ان لوگوں سے کہا کہ کتنا پڑے تم کو مجھ کو تو رخصت کرو۔
اسی وقت ان کے مال سے ہال فریاد کا غل مچا۔ کہ فلاں تمہارے دشمن تمہارا مال مار کر
لئے جاتے ہیں۔ پھر تو وہ سب لوگ شیخ کبیر کے پاس آئے۔ بہت عاجز ہو کر
کہا۔ کہ حضرت دُعا فرماؤ۔ ہم خیر سے اپنا مال لے کر آجائیں۔ تو اسی وقت ہم تمہارا
مال دیکر آپ کو رخصت کریں گے۔ القصہ جب وہ لوگ ملے۔ تو اُنکے دشمن مال
چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور وہ اپنا مال لے کر واپس آئے تو اُنہوں نے شیخ کبیر کو سب

مال وغیرہ دے کر روانہ کیا۔ جب شیخ کبیر آیا۔ تو دوسرے روز شراب پی کر اور کچھ نذر ونیاز بھی لے کر فقیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ حضرت مجھ کو آپ بیعت فرمائیے۔ فقیر صاحب نے خفا ہو کر فرمایا۔ جا چلا جا۔ ایسی نعمت کے پانے کیلئے شراب پی کر آنا۔ جب نشہ اُتریگا تو پھر کہے گا کہ میرا دادا تو دیوار دوڑاتا تھا۔ شیخ کبیر پشیمان ہو کر اس روز واپس چلا گیا۔ دوسرے دن نہایا اور شراب وغیرہ سے تائب ہو کر فقیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کو اپنے مریدوں کے سلسلہ میں داخل فرمایا۔ پس اتنا فرما کر آپ اُٹھے۔ اور مسجد میں نمازِ عصر ادا کی مجلس برخاست ہوئی ۞

مجلس ہفتم

ذکر خلوت و مراقبہ کا یعنی طلب وغیرہ

بتاریخ ۱۱ ماہ شوال بروز چہار شنبہ ظہر کے بعد یہ بندہ جناب قطب الاقطابؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ذکر خلوت اور مراقبہ کا ہوا۔ فرمایا۔ کہ طالب کو چاہیئے کہ اوّل خلوت اختیار کرے۔ کیونکہ بغیر خلوت کے مقصود تک نہیں پہنچتا۔ جیسا کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک میں تو آ گئے ہی پوشیدہ تھی۔ جیسا حدیث شریف میں ہے۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ۔ ترجمہ یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ میں پیغمبر تھا اس حال میں جب کہ آدمؑ درمیان آب و گل کے تھے یا درمیان جان و تن کے۔ پس پیغمبری تو آپ کی پہلے ہی تھی۔ لیکن خلوت و عزلت اور تنہائی کے سبب سے چالیس سال کے بعد کوہ حرا میں ظاہر ہوئی۔ اسواسطے خلوت کا اختیار کرنا فعل مسنون ہے۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کوہ حرا میں کبھی ہفتہ، کبھی دس دن کبھی مہینہ اور اکثر تو چالیس دن خلوت فرماتے تھے تب آپ کی نبوت اظہر من الشمس ہوئی اور خلوت سے مقصود تقرب حق تعالےٰ ہے اس لئے طالب صادق کو چاہیئے کہ جب خلوت میں داخل ہونیکا ارادہ کرے، تو پہلے حظوظات دنیا سے خالی ہو اور جن چیزوں کا مالک ہے اُن کو دل سے قطع کرے، تمامی گناہ سے تائب ہو کر آئندہ امرونہی کو نگاہ میں رکھے۔ اپنا ظاہر و باطن یکساں بنائے اور بھی نماز کی جگہ اور بدن وغیرہ کی طہارت کا احتیاط رکھے۔ بجز نماز جمعہ اور جماعت یا کسی اور ضروری بات کے سوائے خلوت سے باہر نہ نکلے۔ ذوالنون مصری نے کہا۔ کہ کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جو خلوت سے بڑھ کر باعث اخلاص ہو کیونکہ خلوت میں نفس مجبور اور دنیا سے تعلق دور ہوتا ہے اور قلب میں عبادت کی حلاوت پیدا ہوتی ہے اسواسطے حق تعالیٰ نے چالیس دن کے چلّے میں بڑی برکت اور حکمت رکھی ہے جیساکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ہے وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔ فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات کا وعدہ کیا تھا۔ پھر زائد کیا اس کو دس سے تاکہ زمانہ چالیس رات کا پورا ہو۔ اور بھی جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنا چاہا تو خمیر کی مدت کو اسی تعداد سے مقرر کیا۔ خَمَّرَ طِيْنَةَ اٰدَمَ بِيَدِهٖ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا یعنی آدم کی سرشت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے چالیس دن خمیر کیا اور روایت ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام خطا میں مبتلا ہوئے۔ تو اللہ تعالےٰ کے حضور میں چالیس دن ورات سجدہ میں رہے۔ یہاں تک کہ اس کی پروردگار کی طرف سے معافی اور مغفرت آئی۔ یا جیسا کہ حضرت یونس علیہ السلام نے چالیس دن مچھلی کے پیٹ میں خدا عزوجل کی مناجات کی۔ تب حق تعالیٰ نے اس کی نجات فرمائی اور حجاج نے مکحول سے روایت کی ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے

اللہ تعالیٰ کے لیئے چالیس دن عبادت خالص کی۔ تو اس کے دل اور زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں پس اسی واسطے سالک باللہ اولیاء اللہ اپنے مریدوں کو معتکف بناتے اور چلّہ میں بٹھلاتے ہیں۔ کیونکہ چلّہ میں نفس مجبور اور دل انوار الٰہی سے پُر نور ہوتا ہے اور مراقبہ میں نفس صفائی پاتا اور دل سورج کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ مراقبہ کیا ہے۔ کل خواہشوں سے علیحدہ ہو کر ایک مولا کی طرف رجوع کرنا ہے۔ مراقبہ یہ نہیں کہ سر کو زانو پر رکھیں اور بیٹھ جائیں۔ اور دل غیر کی طرف راغب ہو۔ یہ مراقبہ مبتدیوں کا ہے۔ مراقبہ کا معنی با یک دیگر چشم ملانا ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر وقت و ہر حال خدا تعالیٰ کو خود پر حاضر و ناظر جانے۔ اور کسی وقت بھی اس کے دیدار پُر انوار سے غافل نہ ہو۔ عارف فرماتے ہیں کہ ہر ایک منزل کا مراقبہ اور مجاہدہ ہے۔ شریعت کا مراقبہ و مجاہدہ یہ ہے کہ شریعت جگہ نفس کی ہے۔ نفس دنیا و لذت دنیا کی طرف راغب ہے جیسا کھانا۔ پینا۔ سونا۔ جماع وغیرہ کہ یہ صفتیں نفسانی اور حیوانی ہیں۔ اس واسطے اس مکان کا نام ناسوت ہے۔ جب طالب خدا مراقبہ و مجاہدہ کے ذریعہ سے ان حیوانی صفات کو ترک کر کے طریقت تک پہنچتا ہے۔ تو یہ مکان دل کا ہے۔ دل ہمیشہ عقبےٰ یعنی بہشت وغیرہ کو چاہتا ہے۔ اس میں ہر وقت رکوع۔ سجود و قعود اور تسبیح وغیرہ میں رہتا ہے۔ یہ صفت فرشتوں کی ہے۔ اس کو مقام ملکوت کہتے ہیں جب ان صفات سے بھی گزر کر مراقبہ اور مجاہدہ کے ذریعہ حقیقت تک پہنچا۔ تو یہ مقام روح کا ہے۔ اس کا مقصود صرف مولا ہے۔ اس جا ذوق و شوق اور محبّت سالک کی غذا ہے۔ کہ یہ جبروتی مکان محل نظر رحمان ہے۔ اس سے آگے معرفت ہے۔ جس کا نام لاہوت ہے۔ یہ ایک عالم لامکان بے نشان ہے نہ یہاں گفتگو نہ جستجو ہے۔ جس وقت سالک مراقبہ کے ذریعے اس جگہ آتا ہے۔ تو خود سے رہائی پاتا ہے اور خود ہی میں پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے دَاِنَّ اِلیٰ

رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى یعنی بے شک تیرے ہی رب تک پہنچنا ہے پس خود سے فانی خدا سے باقی ہو یہ مراقبہ فنا فی اللہ ہے۔ اس مراقبہ والا جو کچھ دیکھتا ہے مقام ربوبیت کا مشاہدہ ہوتا ہے بجز توحید اس کو کچھ نظر میں نہیں آتا۔ یہ مراقبہ آفتاب کی مثل ہے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مشرق سے مغرب تک روشن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس مراقبہ میں تمام چیزیں اس کے پیش نظر ہو جاتی ہیں۔ وہ اس توحید میں بعض اوقات ایسا غرق ہوتا ہے کہ اگر اس کے پاس ہژدہ ہزار عالم آوے تو وہ ان کو آنکھوں سے بھی نہ دیکھے گا اور نہ اس کو ان کے آنے جانے کی کچھ خبر ہو گی۔ اس کے مطابق ایک عزیز نے اس دعاگو سے ایک دن ذکر کیا کہ جناب قبلہ و کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ کو ایک عزیز اپنی شادی پر لے گیا۔ شام کو ایک کنچنی کا مجرا شروع ہوا تو بہت لوگ مجبور کر کے آپ کو بھی اس مجلس میں لے گئے۔ مجلس میں جاتے ہی آپ کو ایک ایسی حالت طاری ہوئی۔ کہ تمام رات صبح تک آنسو جاری رہے۔ اور ذکر کی وہ لذت کہ اکثر لوگ اس تماشہ کو چھوڑ کر آپ پر متوجہ تھے۔ صبح کو وہ مجرا بھی بند ہوا اور آپ بھی عالم صحو میں آ گئے۔ اور ایک موقعہ پر تو خود جناب قبلہ و کعبہ نے بھی اپنی زبان دُرفشاں سے اس دعاگو کے پاس اتنا بیان فرمایا کہ اس تمام رات نہ کانوں نے کچھ غیر آواز سُنا نہ آنکھوں نے غیر دیکھا۔ نہ اس مجلس کا ہوش نہ وجود کی خبر، کہ مَیں کون اور کہاں ہوں۔ بعدہٗ مجلس میں ذکر اولاد کا ہوا۔

ایک عزیز نے کہا کہ میری پانچ لڑکیاں ہیں اور لڑکا کوئی نہیں ہے جناب قطب الاقطاب نے فرمایا کہ ایک دفعہ میرے ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے فرمایا تھا کہ جب ناک کی داہنا نتھنی چلتی ہو۔ تب مرد اپنی عورت سے صحبت کرے اگر اس وقت حمل ہو جاتے تو خداوند کریم دانا تر حکیم فرزند نرینہ عطا کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دانشمند کا قول ہے کہ اگر چاند کی طاق رات میں صحبت کرے تو حق تعالیٰ لڑکا عطا

فرماتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بے شک عمل طاق میں خدا تعالیٰ نے بڑی حکمت اور برکت رکھی ہے چنانچہ شب قدر بھی ماہ رمضان کے اخیر عشرہ کے بیچ چاند کی طاق راتیں ہوتی ہے یہ فرما کر آپ اُٹھے۔ اور مجلس برخاست ہوئی ؏

مجلس ہشتم

بتاریخ ۴؍ ماہ شوال بروز شنبہ اشراق کے بعد یہ بندہ جناب قطب الاقطابؒ کی مجلس میں حاضر تھا۔ ذکر اولیاء اللہ کی کرامات کا ہوا۔ فرمایا کرامات اولیاء اللہ حق ہے کہ یہ معجزات نبوت سے ہے مگر اتنا فرق ہے کہ پیغمبرؑ کا معجزہ کہا جاتا ہے اور اولیاء اللہ سے کرامات اور پیغمبر کو معجزہ اظہار کرنا واجب ہے اور کرامات اولیاء اللہ کو چھپانا واجب ہے پس کرامت اولیا کا منکر معجزات نبوت کا منکر ہے اور اولیاء اللہ کو بہت مجاہدہ اور ریاضت کے بعد اوّل مکاشفہ اور مشاہدہ زمین کا ہوتا ہے۔ تمام دنیا کا شرق سے غرب تک معائنہ کرتا ہے پھر اوپر عرش و کرسی تک جاتا ہے۔ آسمان کے طبقے زیر پا کے ہوجاتے ہیں۔ پاؤں رکھتا اور اوپر کو چلا جاتا ہے۔ بہشت وغیرہ کی سیر کرتا ہے جمادات وحیوانات وغیرہ اس سے باتیں کرتے ہیں۔ ذرا دیر میں کعبہ کی زیارت کرتا اور پھر لوٹ آتا ہے۔ جب چاہتا ہے بہشت کا کھانا کھاتا ہے۔ اُس کی دُعا سے بلا ٹل جاتی ہے۔ دل کی صفائی سے مشکل کشائی کرتا ہے مگر ولی نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اپنے پیغمبرؑ کی چال وقال اور حال کا پیرو نہ ہو۔ اور جس وقت سالک کامل ہوجاتا ہے خدا سے اور اُس کے رسولؐ سے اور بعض اولیاء اللہ سے آواز سُنتا ہے۔ یعنی جب اولیاء اللہ کی قبر پر جاتا ہے تو سلام کا جواب پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخلق صورت اس سے بات کرتا ہے۔ جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ

إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ط یعنی لائق نہیں ہے واسطے بشر کے کہ کلام کرے اُس سے اللہ مگر ساتھ الہام کے یا پردہ کے ذریعہ سے۔ یعنی کبھی الہام سے اس کے دل پر القا ہوتا ہے۔ کبھی بصورت خلق سنتا ہے۔ لیکن اکثر سالک باللہ اولیا اللہ تو دوست کا راز اور کرامت کا ظاہر کرنا واجب نہیں سمجھتے۔ اور ظاہر نہیں کرتے۔ مگر کسی مستحق کی حالت میں یا کسی کے فیض پہنچانے کو جیسا کتاب راحت القلوب میں نقل ہے کہ ایک دن بابا فرید شکر گنج علیہ الرحمت کے پاس ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی آئی عرض کی کہ حضرت میرا ایک لڑکا تھا۔ عرصہ بیس سال سے وہ کہیں گم ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں واللہ اعلم وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ میں اس کے غم میں نہایت خوار عاجز لاچار ہوں آپ کو اس کے حال پر رحم آیا اور مراقبہ کیا۔ دیر تک مراقبہ میں رہے۔ بعدہٗ سر اُٹھا کر فرمایا۔ کہ جا تیرا لڑکا گھر آگیا ہے۔ یہ سُن کر بڑھیا اپنے گھر کو چلی۔ ابھی تک گھر نہ پہنچی تھی۔ کہ راستہ ہی میں اسکو لڑکا مل گیا وہ بہت خوش ہوئی۔ اور خوشی سے وہ لڑکے کو گھر لے گئی۔ حالات پوچھنے شروع کئے۔ تو اُس نے جواب دیا۔ کہ میں اس جگہ سے پندرہ سو کوس دُور تھا ایکا ایک میرا دل تمہارے ملنے کے واسطے چاہا۔ میں اداس ہو کر دریا کے کنارے کھڑا رو رہا تھا۔ کہ دیکھئے کب ملاقات نصیب ہو۔ تو اتنے میں ایک پیر مرد نورانی شکل خرقہ پہنے ہوئے میرے پاس آئے اور میرے رونے کا باعث پوچھا۔ میں نے اپنا حال عرض کیا۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ میں تجھے گھر پہنچا دوں یہ بات مجھے دشوار معلوم ہوئی۔ تو پھر فرمایا کہ اپنا ہاتھ مجھے پکڑا۔ اور اپنی آنکھیں بند کر۔ میں نے ایسا ہی کیا جب آنکھیں کھولیں تو میں اس مکان کے دروازے پر موجود تھا۔ عورت نے یہ ماجرا سُنکر دل میں خیال کیا کہ یہ حضرت شیخ فریدؒ تھے۔ وہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں پر گر پڑی۔ آپ نے فرمایا۔ مائی میرا نام مت لے۔ یہ اللہ نے تیرا لڑکا تیرے پاس

پہنچا دیا ہے۔ دیگر حکایت پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ شیخ جلال الدین اُچوی نے ایک دن میرے روبرو لڑکوں کو سبق پڑھا رہے تھے۔ اثنا سبق میں مراقب ہوئے سر نیچا کر لیا۔ ذرا دیر کے بعد پھر سر اُٹھا لیا۔ جو شاگرد آپ سے سبق پڑھ رہا تھا۔ اس نے کہا میں تب سبق پڑھوں گا جب آپ اس مراقبہ کا سبب بیان فرمائیں گے۔ شیخ نے فرمایا۔ تو کیا درویشوں کے کام میں پڑا ہے اپنا سبق پڑھ۔ وہ نہیں پڑھتا تھا آخر لاچار ہو کر شیخ نے فرمایا کہ اس درویش کے چند معتقد لوگ تھے۔ ان کا جہاز دریا میں غرق ہونیوالا تھا۔ وہ لوگ اس درویش کو مدد میں لائے۔ تو میں نے ہاتھ ڈالا اور جہاز کو کھینچ لیا۔ تب اپنی آستین بھی دکھائی۔ کہ وہ تر تھی۔ یاروں نے وہ تاریخ لکھ لی۔ جب چند دنوں کے بعد وہ شیخ کی زیارت کو آئے اور وہ قصہ بیان کیا اور وہ تاریخ بھی ملائی۔ تو واقع ایسا ہی تھا پس اس کو قطع مسافت کہتے ہیں کہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے جو کام کرنا ہو کر لیتے ہیں۔ اور بھی فرمایا کہ شیخ جلال الدین علیہ الرحمت اوچ میں نماز کبھی نہ پڑھتے تھے جب وقت نماز کا ہوتا۔ تو آپ غائب ہو جاتے۔ آخر معلوم ہوا کہ آپ خانہ بیت اللہ میں نماز پڑھتے تھے۔ علیٰ ہٰذالقیاس اسی طرح اولیاء اللہ کی کرامات کے بیان تو اظہر من الشمس عیاں ہیں۔ چنانچہ ایک دن جناب قبلۂ کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام برکاتہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت سلطان باھو قدس سرہ العزیز سواری سے اُترے ہاتھ میں ایک جال کی سبز چھڑی تھی۔ اُسکو آپنے خم کر کے زمین میں گاڑ دیا پھر اس پر پانی چھڑکا۔ تو وہ دونوں شاخیں سرسبز ہو گئیں۔ حالانکہ جال کی چھڑی کا اگنا ناممکن ہے اب اس جال کا بڑا درخت ہو کر وہ دو نو شاخیں آپکی خانقاہ مبارک کے دروازہ پر کھڑی ہیں اور اسکے نیچے ایک پانی کا چشمہ بنا ہوا ہے اس میں تمام پرندے چڑیاں وغیرہ پانی پیتی ہیں۔ اور جو بیمار جاتا ہے۔ اس جال کے دو پتے اور ایک چُلو پانی اس چشمہ سے پیتا ہے تو اکثر خدا اُسکو شفا بخشتا ہے پھر جناب قبلہ و کعبہ فرماتے تھے کہ فقیر صاحب کا معمول تھا کہ ہمیشہ دن

میں دو دفعہ چڑیوں کو اپنے ہاتھ سے دانہ وغیرہ ڈالتے تھے۔ اور اُن پر شفقت بھی ایسی تھی
کہ اکثر پرندے آپ کے بدن مبارک پر بیٹھ جاتے تھے۔ جب وہ پرندے آپس میں لڑتے
تو آپ اُنکی گفتگو سمجھ کر اُن سے باتیں کرتے تھے۔ اور اُن کو اِس طرح پہچانتے بھی تھے
کہ جن کے گھروں میں وہ چڑیاں رہتی تھیں۔ اُن کا نام لیکر فرماتے کہ آج فلانی کمھاری
نہیں آئی یا فلاں مچھانی یا فلاں کراڑی نہیں آئی۔ اسی طرح ہر ایک کا نام لیتے تھے
اور بھی عجوبہ بات یہ ہے کہ ان میں سے جوڑا چڑیوں کا آجتک چلا آتا ہے۔ رنگ ان کا
سب چڑیوں سے علیحدہ سفید ہے۔ وہ اب بھی سلطان بادشاہ کی چڑیاں کہلاتی ہیں اِس
دُعاگو نے بھی اُن کو بچشم خود دیکھا ہے۔ پھر میرے ہادی راہنما نے فرمایا:۔

کہ مرزا نام ایک شخص وہاں رہتا تھا۔ ایک روز اُس نے فقیر صاحب کی خدمت
میں عرض کی کہ حضرت فقیر صاحب کا میت بھی کچھ کر سکتا ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ حدیث شریف
میں ہے کہ اولیاء اللہ نہیں مرتے ہمیشہ زندہ ہیں لیکن نقل کرتے ہیں۔ جیسا ایک خانہ
سے اُٹھ کر دوسرے میں چلے جاویں تو اس بات کے کچھ دنوں بعد فقیر صاحب کی وفات
ہوئی۔ رات کو سب لوگ آپ کی لاش مبارک کے پاس بیٹھے تھے۔ وہ مرزا بھی آپکے
پاؤں کی طرف بیٹھا تھا۔ کسی وقت اُس کو اونگھ آگئی۔ تو اس کو ایک لات لگی۔ کہ وہ
الٹا ہو کر پیچھے گر پڑا۔ پھر وہ اٹھا اور قدم بوس ہوا کہنے لگا کہ حضرت مجھ کو وہ بات آپنے
دکھلا دی ہے۔ پھر اس نے ان سب لوگوں کو وہ تمام گذشتہ ذکر بھی کیا اور اس لات لگنے
کا بھی حال سنا دیا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مسمات ست بھرائی نام ایک عورت
اس خاندان کی مرید ہے۔ اب وہ اکثر فقیر صاحب کے مکان پر رہتی ہے اس نے
بیان کیا کہ ایک روز سرکاری فوج جھنگ کے پڑاؤ پر اُتری۔ اس میں ہاتھی بھی تھے
اور اکثر لوگ۔ ان ہاتھیوں کے دیکھنے کو جاتے تھے۔ میں نے یہ خیال کیا کہ میں نے کبھی ہاتھی
نہیں دیکھا۔ وہاں تو میں جا نہیں سکتی۔ پھر کس طرح ہاتھی دیکھوں میں نے سوال کیا کہ اے

ہاتھیوں کے پیشوا کسی طرح مجھ کو بھی ہاتھی دکھلا۔ کچھ دیر اسی خیال میں تھی اور میں دروازہ صحن کے سامنے بیٹھی تھی تو دیکھا کہ ایک ہاتھی دروازہ پر آیا۔ اور آتے ہی نیچے جھک گیا۔ اور مہاوت دروازہ کے اندر گر پڑا۔ اُٹھ کر مجھ سے پوچھا۔ مائی جھنگ میں جو ہاتھیوں کے پیر سُنتے ہیں اُن کا یہی مکان ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں! یہ اُن کی خانقاہ مبارک کا محل ہے وہ اُسی وقت ضریح مبارک پر آیا۔ اور دست بستہ ہو کر اپنا قصور معاف کرایا اور ایک روپیہ نقدی آپ کی خانقاہ مبارک پر نذر کیا۔ اور ایک دفعہ تو اس مائی ست بھرائی نے اس دعا گو کو بھی اپنی زبان سے یہ سب بیان کیا۔ اتنے میں ایک شخص مرید نام غلام علی بلوچ نے مجلس خانہ سے جھاڑو دیا۔ جناب قطب الاقطاب نے فرمایا کہ آج بدھ کا دن تو نہیں۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ آج شنبہ یعنی سنیچر کا دن ہے۔ فرمایا بدھ کے دن جھاڑو نہ دیا کرو۔ کیونکہ فقہ میں بدھ کے دن جھاڑو دینا منع ہے اور میرے ہادی رہنما بدھ کے دن جھاڑو نہ دلواتے اور نہ ہی سفر کو جاتے تھے۔ اتنے میں آپ اُٹھے اور مجلس برخاست ہوئی۔

بدھ کے دن جھاڑو دینا منع ہے

مجلس نہم ۹

بتاریخ ۱۶ ماہ شوال بروز دوشنبہ ظہر کے بعد یہ جناب قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر تھا۔ قاضی دین محمد اور حاجی شیخ امام دین صاحب وغیرہ بھی مجلس میں موجود تھے۔ ذکر سورۃ فاتحہ کی فضیلت اور نوافل وغیرہ کا ہوا۔ فرمایا کہ سورہ فاتحہ کو ام الکتاب اس واسطے کہتے ہیں کہ تمام کائنات کا علم سب اس میں داخل ہے اور کل دعا و عبادات کا مغز ہے۔ پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔ کہ میں مکہ معظمہ میں سات برس رہا۔ ایک بزرگ سورہ فاتحہ کا وعظ کرتا تھا۔ میری موجودگی تک سورہ فاتحہ کی تفسیر تمام

ذکر سورۃ فاتحہ کی فضیلت اور اوراد و نوافل وغیرہ کا

نہ ہوئی ہیچھے بھی کتنے برس اور گزرے ہونگے چنانچہ کتاب مراۃ العارفین میں حضرت امام حُسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ کل دو عالم ہیں۔ ایک عالم امر یعنی حق کی ذات دوسری اسکی صفات یعنی سب نوری۔ ناری اور خاکی دوزخ بہشت کہ ان تمام دو عالم کا مفصّل حال کرسی میں داخل ہے اور جو کرسی میں مفصّل ہے۔ وہ سب کا سب عرش میں مجمل ہے۔ اسواسطے کرسی کو کتاب المبین کہتے ہیں۔ اور عرش کو ام الکتاب اور جو عرش میں مفصّل ہے وہ لوح محفوظ میں مجمل ہے۔ پھر عرش کو کتاب المبین کہتے ہیں اور لوح محفوظ کو ام الکتاب اور جو لوح محفوظ میں مفصّل ہے وہ سب قرآن میں مجمل ہے اسواسطے لوح محفوظ کو کتاب المبین اور قرآن کو اُم الکتاب کہتے ہیں۔ اور جو کچھ قرآن میں مفصّل ہے وہ تمام سورۃ فاتحہ میں مجمل ہے۔ اسواسطے قرآن کو کتاب المبین اور سورۃ فاتحہ کو اُم الکتاب کہتے ہیں۔ غرض ہر دو جہاں یعنی عالم امر کی صفت و ثنا اور عالم خالق کی عاجزی و دُعا ان کل کا خلاصہ اور مغز ایک سورۃ فاتحہ میں ہے۔ اسواسطے سورہ فاتحہ کو خداوند کریم دانا و حکیم نے خاص اپنی نماز میں رکھا ہے کہ اس کے سبب سے بندہ دو جہاں زمین و آسمان کی عبادت اور سعادت حاصل کرے۔ اسی واسطے تو سورہ فاتحہ کے سوا نماز کو جائز نہ فرمایا جیسا کہ رسول علیہ السلام فرماتے ہیں لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ یعنی نماز نہیں ہے مگر ساتھ سورہ فاتحہ کے پس اس نماز ہی سے خدا کی صفت و ثنا اور اسکی عبادت وغیرہ کا کل حق ادا ہو سکتا ہے۔ اس لئے تو مجذوب سالک کے سوا کوئی اور تارک الصلوٰۃ عبادت وغیرہ کرے تو اس مجہول کی کوئی عبادت وغیرہ بھی قبول نہیں ہے۔ اور کل اولیا اللہ تو اسی نماز ہی سے واصل باللہ ہوئے ہیں۔ تبھی تو نماز کو معراج المومنین کہتے ہیں۔ مگر اس میں ادب کی شرط ہے۔ اسی واسطے تو ادب کے سوا نماز کا کچھ اثر معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں ادب تو بہت ہیں کہ جن کا تو کچھ ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے مگر بڑا ادب یہ ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کے ایک ایک لفظ کا معنی دل میں سمجھتا جاوے

کیونکہ اس میں دونوں طرح کے معنی موجود ہیں۔ ایک تو اس میں خدا کی صفت و ثنا ہے۔ دوسرا اس میں بندے کی طرف سے عاجزی و دُعا ہے۔ جیسا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ یعنی سب تعریف اللہ کی ہے جو پالنے والا جہانوں کا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ بہت مہربان نہایت رحم والا مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ مالک ہے دن جزا کے کا، پس یہاں تک تو خدائے عزوجل کی صفت و ثنا ہے آگے بندے کی طرف سے عاجزی و دُعا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ؕ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ؕ چلا ہم کو راہ سیدھے پر صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ راہ اُن کے جن پر تو نے فضل کیا غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ نہ جن پر تو غصے ہوا وَلَا الضَّآلِّیْنَ ؕ اور نہ گمراہوں کے۔ پس جو اسطرح رجوع اور خشوع کے ساتھ نماز باطنی ادا کرتے ہیں، تو وہ باکمال ہو کر وصال تک پہنچتے ہیں۔ اسی واسطے اہلِ کمال نماز نوافل کی زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر سالک کم از کم سو رکعت نماز نوافل دن رات میں ادا نہ کرے گا تو وہ سالک نہ ہو گا۔ کیونکہ جب سالک کا دل باطنی ذکر و عبادت سے گھبرانے لگتا ہے تو پھر وہ نوافل وغیرہ میں شاغل ہو جاتا ہے تاکہ اس دستور سے کوئی وقت بھی خدا سے دُور نہیں رہتا۔ پس نماز نوافل تو بہت ہیں۔ اگر زیادہ ہو سکے تو بہتر، ورنہ اتنے تو ضرور ادا کرے۔ چنانچہ **نماز اشراق** دوگانہ سے دس رکعت تک ہے اس میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے۔ یعنی چار رکعت نماز نفل تکمیل الفرائض عبادت اللہ کی منہ طرف زمین کعبہ شریف بندگی خدا کی اللہ اکبر۔ **نماز ضحیٰ یعنی چاشت** آٹھ رکعت تا بارہ رکعت تک ہے۔ آٹھ کا تو حضرت کا فعل ہے اور بارہ کا قول ہے اسواسطے اوّل آٹھ رکعت میں نیت متابعاً رسول اللہ کرے۔ یعنی چار رکعت نماز نوافل چاشت متابعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت اللہ منہ طرف زمین کعبہ شریف بندگی خدا کی اللہ اکبر۔ باقی چار رکعت میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے، بعدہٗ فاتحہ کے آیۃ الکرسی

ایک بار اخلاص تین تین بار پڑھے۔ وقت اس کا پہر دن سے تا زوال ہے۔

نماز چار رکعت سنت ظہر سے پہلے حدیث میں ہے کہ جب سورج ڈھلے تو وضو احتیاط سے کرے اور پڑھے چار رکعت؛ ہر رکعت میں الحمد ایک بار آیۃ الکرسی و قل ہو اللہ احد تین تین بار اور پورا کرے اس کے رکوع و سجود کو خشوع کے ساتھ تو اس کے پیچھے ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ اور اس کے لیے بخشش مانگتے ہیں۔ اگر اس نماز کا پڑھنے والا اس دن مر جائے تو اس کے لیے صدیق و شہید کا اجر ہوگا۔ نیت اس میں متابعاً رسول اللہ کی کرے۔

نماز ظہریہ یہ دس رکعت تین سلام سے لازم ہے اس میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے۔ وقت اس کا ظہر و عصر کے درمیان ہے جو اس کو ہمیشہ پڑھے اسکی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔ اور جو آیتیں اوابین میں ہیں وہی اس میں پڑھے۔

نماز سنت عصریہ چار رکعت ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔ ترجمہ یعنی حضرت نے فرمایا کہ جو پڑھے نماز عصر سے پہلے چاروں رکعتوں میں سورہ عصر تو وہ بخشا جاویگا۔ اور جو پڑھے رکعت پہلی میں اِذَا زُلْزِلَتِ اور دوسری میں وَالْعٰدِیٰتِ تیسری میں اَلْقَارِعَۃُ اور چوتھی میں سورہ تَکَاثُرُ تو وہ محبوب خدا ہو جاوے گا۔ اور اپنے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھے گا۔ نیت اس میں متابعاً رسول اللہ ﷺ کی کرے۔

نماز اوابین بعد نماز مغرب کے چھ رکعت سے بارہ تا بیس رکعت تک ہے اسکی بڑی فضیلت ہے۔ اول دو رکعت صلوٰۃ الفردوس کی ہیں۔ اس میں نیت تکمیل الفرائض کی اسطرح کرے کہ دو رکعت نماز اوابین صلوٰۃ الفردوس تکمیل الفرائض عبادت اللہ۔ اسکی پہلی رکعت میں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ دوسری میں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ پھر دو رکعت صلوٰۃ النور کی ہیں۔ اسکی پہلی رکعت میں رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ دوسری رکعت میں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ

رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَہَّابُ ط پڑھے۔ پھر دو رکعت صلوٰۃ الاستجاب کی ہیں۔ پہلی رکعت میں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَۃَ لَنَا بِہٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ دوسری رکعت میں رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰہِدِیْنَ پڑھے۔ اور ان کے عوض یہ دو سورتیں پڑھی جاویں تو بھی جائز ہیں۔ پہلی رکعت میں سورہ قدر دوسری میں سورہ کوثر۔ بعد میں چھ رکعتیں یہ ہیں۔ دو رکعت شکرانیل کی پہلی رکعت میں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط دوسری میں رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ تا اَبْرَار پڑھے۔ اور دو رکعت سراج القبر کی پہلی رکعت میں رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ط دوسری میں ربنا واتنا ما وعدتنا علٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ط پڑھے۔ اور دو رکعت حفظ ایمان کی ہیں اس کی پہلی رکعت میں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ط دوسری میں رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ الرَّحِیْمٌ ط پڑھے۔ اور باقی آٹھ رکعتوں میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے۔ نیت اس میں تکمیل الفرائض کی کرے۔

نماز مدینۃ الرسولؐ یہ نماز شام و عشاء کے درمیان ہے بنیت اسطرح کرے کہ دو رکعت نماز نفل مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اول رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ والضحٰے۔ دوسری میں الم نشرح۔ سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلَّیْتُ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ وَقَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَہَا لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اَجْزِ عَنَّا مُحَمَّدًا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَمُسْتَحِقُّہٗ وَبَلِّغْ مِنْ رُوْحِ مُحَمَّدٍ تَحِیَّۃً وَّسَلَامًا بِفَضْلِکَ وَکَرَمِکَ یَا مَوْلٰنَا وَسَیِّدَنَا

نماز احیاء القلب نماز اوابین کے بعد یہ دو رکعت پڑھے۔ نیت اس میں تکمیل الفرائض کی کرے پہلی رکعت میں وَالٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ دوسری میں بعد فاتحہ کے آلٓمّٓ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ بعد سلام کے یہ دعا یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا دَائِمُ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ

صلوٰۃ بہ نیت شیخ وقت نماز شام کے بعد اگر شیخ موجود ہو تو نیت اس طرح کرے کہ دو رکعت نماز نفل تکمیل الفرائض ثواب برائے پیر من ورنہ تو اس کے ارواح کو بخشے۔ بعد فاتحہ ہر دو رکعت میں آیۃ الکرسی اور سورہ اخلاص تین تین بار اگر ایک ایک بار پڑھے تو بھی جائز ہے۔ اور جو نمازیں شام و عشا کے درمیان ہیں ان کو نہایت احتیاط سے پڑھے تو تمام رات کی بیداری سے اچھی و افضل ہیں اور خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کے دل روشن کر دیتا ہے اور نماز تہجد بھی ان پر آسان کر دیتا ہے

نماز صلوٰۃ الحاجت دو رکعت سنت عشا کے بعد یہ نماز اس ترتیب سے پڑھے کہ چار رکعت نماز سنت متابعاً رسول صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الحاجت۔ اوّل رکعت میں فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین بار دوسری میں اخلاص تین بار تیسری میں سورہ فلق تین بار چوتھی میں والنّاس تین بار پھر بعد سلام سجدہ میں یہ دعا پڑھے سُبْحَانَ الْقَدِیْمِ الَّذِیْ لَمْ یَزَلْ سُبْحَانَ الْعَلِیْمِ الَّذِیْ لَا یَجْھَلُ سُبْحَانَ الْجَوَادِ الَّذِیْ لَا یَبْخَلُ سُبْحَانَ الْحَلِیْمِ الَّذِیْ لَا یَعْجَلُ سُبْحَانَ الْغَنِیِّ الَّذِیْ لَا یَفْتَقِرُ بعد اس کے بار یا رحیم کہے۔ اور حاجت کی نیت کرے۔ تو خدا تعالیٰ زود حاصل مقصود کریگا مشائخ اس نماز کو لیلۃ القدر کا بھی ثواب لکھتے ہیں۔

صلوٰۃ التوبہ بعد نماز حاجت کے یہ دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص پانچ پانچ بار پڑھے، بعد سلام کے یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ تَعْلَمُ

نماز احیاء القلب

صلوٰۃ بہ نیت شیخ

نماز صلوٰۃ الحاجات

نماز صلوٰۃ التوبہ

سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِیْ وَتَعْلَمُ حَاجَتِیْ فَاَعْطِنِیْ سُؤَالِیْ وَتَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ اور نیت اس طرح کرے کہ دو رکعت نماز نفل صلوٰۃ التوبہ تکمیل الفرائض اور قبولیت توبہ اور غنی و بے پرواہ ہونے کیلئے یہ عمدہ نماز ہے۔ **نماز شکریہ طعام** اول رکعت میں بعد فاتحہ کے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ دوسری میں اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص کھانا کھاتا ہے اور دو رکعت واسطے شکر نعمت اللہ کے ادا نہیں کرتا اور سو جاتا ہے تو اسکا دل سخت و سیاہ ہو جاتا ہے۔ پس اگر ہو سکے تو ہر کھانے کے بعد ورنہ عشا کے وقت نماز وتر سے پہلے پڑھ کر سوئے۔ نیت اسطرح کرے کہ دو رکعت نماز نفل شکریہ طعام تکمیل الفرائض

نماز تہجد پچھلی رات صبح سے پہلے اول دو رکعت ہلکی یعنی تحیت الوضو پڑھے۔ پھر بارہ رکعت دوگانہ نفل تہجد کے ادا کرے، آخر آٹھ رکعت تک بھی ہے یہ نماز حضرت پر فرض تھی۔ اور ہم پر سنت ہے۔ یہ نماز نفلوں سے افضل تر ہے۔ اگر جانتا ہے تو اس کی ہر رکعت میں قرأت طول پڑھے نہیں تو فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ اخلاص ایکبار دوسری رکعت میں دو مرتبہ تیسری میں تین مرتبہ۔ اسی طرح بارھویں رکعت میں بارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، اور بعد سلام یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ چہل و یکبار سجدہ میں کہے۔ اور بھی رات کی عبادت دن کی کل عبادتوں سے بہتر ہے۔ عارف فرماتے ہیں، جو شخص رات کو عبادت و ذکر نہیں کرتا۔ وہ حلاوت ایمان سے خالی ہوتا ہے اور قیام شب ایک نور ہے، دنیا میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ نور واسطے آخرت کے اور بھی شب بیدار مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور بہشت اسکی ملاقات کی آرزو کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس سے خوشنود و راضی رہتا ہے۔

نماز تحیت الوضو پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ دوسری میں سورہ اخلاص۔ اس دوگانہ میں نیت تکمیل الفرائض کی کرے تو اچھا ہے کہ ہر وضو کے بعد یہ دوگانہ پڑھے۔ نہیں تو ایک مرتبہ رات کو تہجد کے وقت اور ایک مرتبہ

نماز شکریہ طعام

نماز تہجد

نماز تحیت الوضو

دن کو ادا کرے اور بھی سالک کو چاہیئے کہ ہمیشہ باوضو رہے اور باوضو ہی سوئے اور جو سالک بے وضو سوئیگا تو اس کا فتح باب نہ ہوگا۔ اس کے واسطے دروازہ سلوک کا بند ہو جائیگا۔ ہرگز بے طہارت نہ سوئے۔ اگر پانی موجود نہ ہو یا کوئی سردی وغیرہ کا عذر ہو تو تیمم کر لیوے۔ کیونکہ تیمم طہارت ہے واسطے سونے اور بیداری اور مسجد میں داخل ہونے کے اور سلام کے جواب میں اور واسطے ہاتھ لگانے قرآن شریف کے اور واسطے لکھنے پڑھنے وغیرہ کے۔ **نماز رضاء والدین** اشراق کے اور چاشت کے اوّل دو رکعت نماز رضاء والدین کے لیئے پڑھے تو والدین کے حقوق اس سے ادا ہو جاتے ہیں۔ بعد فاتحہ کے ہر دو رکعت میں آیۃ الکرسی ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار۔ سلام کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ وَلَکَ صَلَّیْتُ ھٰذِہِ الصَّلٰوۃَ وَقَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَھَا لِوَالِدَیَّ یَا عَلِیْمُ یَا قَدِیْرُ اِغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَارْحَمْھُمَا وَتَجَاوَزْ عَنْھُمَا عَنِّیْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اس میں نیت دونوں طرح جائز ہے۔ یا نماز میں نیت رضاء والدین کی کرے۔ یا اس نماز کا ثواب والدین کو بخشے۔

نماز تسبیح یہ نماز چار رکعت ہے اگر دن کو پڑھے تو ایک سلام سے اور رات کو پڑھے تو دو سلام سے۔ نیت اس میں متابعاً رسول علیہ السلام کی کرے اور ہر رکعت میں پچھتر بار یہ تسبیح کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اس دستور سے پڑھے کہ اوّل رکعت میں فاتحہ اور سورہ کافرون کے بعد پندرہ بار تسبیح مذکور پڑھے، پھر رکوع میں دس بار، پھر کھڑے ہو کر دس بار، پھر سجدہ اوّل میں دس بار، پھر دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس بار، پھر سجدہ دوم میں دس بار، پھر بیٹھ کر دس بار، اسی طرح چاروں رکعت میں پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد اخلاص تیسری میں فاتحہ کے بعد فلق اور چوتھی میں فاتحہ کے بعد والناس پڑھے۔ پھر بعد نماز کے یہ دعا پڑھے، یَا وَلِیَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَخْرِجْنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

نماز رضائے والدین

نماز تسبیح

وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ؁ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص یہ چار رکعت نماز تسبیح پڑھے، تو بخش دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ صغیرہ ہوں، یا کبیرہ۔ اور دل اس کا منور ہوتا ہے نور اپنے سے پس چاہیئے کہ اس نماز کو ہر روز پڑھے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے، تو جمعہ کی رات، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار اگر اتنا بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ ہی سہی، ورنہ تمام عمر میں ایک بار تو پڑھے۔

نماز حفظ ایمان حدیث صحاح میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے حضرت نے فرمایا جو شخص پڑھے دو رکعت دن جمعہ کے درمیان ظہر و عصر کے اور پڑھے رکعت اوّل میں بعد فاتحہ کے آیتہ الکرسی ایک بار اور سورہ فلق پندرہ بار اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص ایک بار اور سورۂ والناس پندرہ بار پھر سلام کے بعد لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ؁ پچاس بار کہے یہاں لفظ العلی کا نہیں ہے تو وہ دنیا سے نہ نکلے گا۔ یہانتک کہ دیکھ لیگا اپنی جگہ بہشت میں اور دیکھ لیگا اپنے پروردگار کو خواب میں اور نیّت اس طرح کرے، دو رکعت نماز نفل صلوٰۃ حفظ ایمان تکمیل الفرائض۔ اور بھی حدیث میں ہے کہ ہر نماز کھڑے ہو کر پڑھے، جو بیٹھ کر پڑھے گا تو اس کا آدھا ثواب ہوگا۔ اور بھی جن کو فضائل نوافل اور دعاؤں کی زیادہ خواہش ہو تو کتاب اسرار المعرفت میں دیکھ لے۔ پھر فرمایا سالک کو چاہیئے کہ جو نفل وغیرہ کا وظیفہ مقرر ہو۔ اس کو ہرگز قضا نہ کرے۔ جو رات کو نہ ہو سکے تو وہ دن کو پڑھے۔ اگر دن کا ہو تو رات کو پڑھ لے۔ ہر حال میں وظیفہ ترک نہ کرے۔ اگر وظیفہ ترک ہو جائے تو وہ اپنے بخت کی شومی تصور کرے۔ عاشق خدا تو کسی حال میں بھی اپنا وظیفہ قضا نہیں کرتے۔ **نقل** ہے حضرت شیخ بابا فریدالدین علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ میں ایک شہر میں گیا۔ جہاں ایک بزرگ رہتا تھا۔ میں رات کو ان کے پاس رہا۔ وہ مرض اسہال سے نہایت لاغر و لاچار تھا۔ ان کا وظیفہ رات

میں ایک سو بیس رکعت نفل پڑھنے کا تھا۔ اور اس مکان کے قریب ایک پانی کا حوض تھا جب وہ قضا حاجت سے پھر کر آتے، تو اُس حوض سے نہا کر دو گانہ نفل ادا کر لیتے پھر حاجت کو جاتے، پھر نہا کر دو گانہ ادا کرتے۔ اسی طرح میں دیکھتا رہا، کہ وہ اس رات میں ساٹھ دفعہ حاجت کو گئے۔ اور ساٹھ ہی مرتبہ نہا کر اپنا وظیفہ پورا کیا۔ سبحان اللہ ایسے بھی تو خدا کے بندے عالی ہمت ہوتے ہیں۔ تبھی تو اس کی محبت میں دیوانہ ہو کر اس طرح سے یگانہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے، حضرت نے فرمایا۔ خدا عزّوجل فرماتا ہے۔ کہ میرے بندے میرے فرائض کو ادا کرنے سے زیادہ قرب حاصل نہیں کرتے۔ اور جو بندے نوافل ادا کرنے سے کبھی سُست نہیں ہوتے تو وہ اس مرتبہ کو پہنچ جاتے ہیں کہ اُن کی آنکھ، کان، ہاتھ، زبان میں ہی بن جاتا ہوں۔ وُہ مجھ سے سُنتا ہے، وُہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ مجھ سے پکڑتا ہے۔ مجھ سے بولتا ہے۔ یعنی اکثر آدمی عبادات نوافل وغیرہ کے ذریعہ سے ایسی محویت پاتے ہیں کہ خود سے فنا ہو کر واصل خدا ہو جاتے ہیں۔ پھر زمین و آسمان دونو جہاں مانند دانہ رائی کے ان کو نظر میں آتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی تقدیرات پر اطلاع پاتے ہیں۔ اور لوح محفوظ کا معائنہ کرتے ہیں۔ چنانچہ پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمت فرماتے ہیں، کہ ایک دن مَیں اپنے پیر شیخ قطب عالم رکن الحق والدین کی خدمت میں تھا، تو ایک عزیز واسطے توبہ کے آیا۔ آپ اس کو ارشاد و تلقین توبہ نہ فرماتے تھے۔ وُہ بہت عاجزی کرتا اور روتا تھا۔ مجلس میں سے ایک اَور عزیز نے کہا کہ اے شیخ تم کس واسطے اسکو توبہ کی تلقین نہیں کرتے ہو۔ شیخ نے ایسے بلند آواز سے کہا، کہ تمام مجلس نے سُن لیا۔ ابوالفتح بیچارہ کیا کرے، کہ مَیں لوح محفوظ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ تو ابھی چند گناہ اَور کریگا۔ پھر مَیں کیونکر توبہ کی تلقین کروں اور اس کے مطابق ایک دن جناب قبلہ و کعبہ ہادی رہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ، نے ارشاد فرمایا کہ جھنگ

سالک کو چاہئے کہ وضو قضا نہ کرے

بعض اولیاء اللہ کو لوح محفوظ کا معائنہ ہوتا ہے

میں ایک سید صاحب تھے۔ جس کا نام اس دُعاگو کو اب یاد نہیں رہا. فرمایا کہ وہ فقیر صاحب حضرت سلطان باھُو قدس سرہٗ کی خدمت میں بہت رہتا تھا اور ہمیشہ مرید ہونیکی التماس کرتا تھا۔ آپ فرماتے کہ یہ بات تیرے نصیب میں نہیں ہے مگر وہ جتنا فقیر صاحب کی مجلس میں آیا جایا کرتا اُتنا ہی اس کو شوق زیادہ ہوتا تھا تاکہ وہ ایک دن اپنی والدہ صاحبہ کو بھی میلا بنا کر فقیر صاحب کی خدمت میں لایا۔ آپنے فرمایا کہ حضرت آپ کو آنا مناسب نہ تھا کیونکہ یہ بات تو اس کے نصیب میں نہیں ہے خیر آپ اسکو کہو کہ پچھلی رات فلاں مکان پر کھڑا ہو۔ وہ اس جگہ اول ہی رات میں کھڑا ہوا کہ وہ کون وقت فقیر صاحب کی مہربانی کا ہوگا جب وہ وقت آیا۔ تو اس کو پیشاب کی حاجت ہوئی۔ وہ دوسری جگہ پیشاب کرنے لگا۔ تو اُسجگہ ایک کتا آکر کھڑا ہو گیا جب فقیر صاحب نے توجہ فرمائی۔ تو کتے کی چیخ نکل گئی۔ آپنے فرمایا افسوس ؟ تم سے تو یہ کتا بھی اچھا تھا۔ پھر وہ کتا جھنگ اور مگھیانہ دونوں شہروں کے درمیان جہاں مائی ہیر کا روضہ ہے وہاں بیٹھ گیا۔ تو دونوں شہروں کے کتے اس کے کھانے کو استخواں وغیرہ لاتے اور اُسکے آگے رکھ دیتے سچ فرماتے ہیں ؎

سگِ درگاہِ میراں شو چو خواہی قربِ ربانی ۔۔۔ کہ بر شیراں شرف دارد سگِ درگاہِ جیلانی

پس اتنے میں اذان ہوئی۔ آپ مسجد کو تشریف فرما ہوئے۔ مجلس برخاست ہوئی۔

مجلس دھم ۱۰

بتاریخ ۲۰ ماہ شوال بروز جمعہ اشراق کے بعد جناب قطب الاقطاب قدس اللہ سرہٗ العزیز نے بدستور سابق اس بندہ کو بلایا۔ مجلس آراستہ ہوئی۔ ذکر یہ ہوا۔ کہ جہاں تک ہو سکے سالک کو چاہیئے کہ کرامات کا اظہار نہ کرے۔ کیونکہ کرامات کا ظاہر کرنا کم حوصلہ لوگوں کا کام ہے۔ حضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔

کہ خدا تعالیٰ عالی ہمتوں کو دوست رکھتا ہے۔ عالی ہمت وہ ہیں جو دوست کا راز اور کرامت کو چھپاتے ہیں۔ تب اُس کا مزہ پاتے ہیں۔ اور بعض لوگ جو بزرگوں کی کرامت سُننے اور اُن کی حکایات کو دیکھتے ہیں تو وہ زیادہ مشغول ہوتے ہیں کہ ہم بھی ان کی طرح صاحب کرامت ہو جاویں۔ پس جو بزرگی و کرامت کے واسطے عبادت وغیرہ کرتے ہیں یا اپنی بزرگی کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تو نہ اُن کو کرامت حاصل ہوتی ہے اور نہ وہ مقصود تک پہنچتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک دن پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمت نے ایک دن مجلس میں فرمایا کہ جو شخص چالیس روز اس وظیفہ کو پڑھے، تو اس کا فتح باب ہو جاتا ہے اور کشف و کرامت تک پہنچ جاتا ہے، ایک شخص یہ سُن کر اسی طرح عمل میں لایا۔ تو کچھ مدت کے بعد اس نے آکر عرض کی۔ کہ حضرت میں نے حسب الارشاد آپ کے اس وظیفہ پر عمل کیا۔ مگر کچھ نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے کشف و کرامت کے واسطے وہ وظیفہ کیا تھا۔ اس طرح تو اگر تو تمام حیاتی کریگا کچھ نہ ہوگا۔ اگر تو خدا کے واسطے اس کی محبت کے ذریعہ سے کرتا۔ تو ضرور کرامت کا بھی درجہ حاصل ہوتا۔ اور مقصود کو بھی پہنچ جاتا۔ سالک لوگ تو خدا کے واسطے مشغول ہوتے ہیں، نہ کہ کشف و کرامت کے واسطے۔ پس سالک کو چاہیئے کہ کشف و کرامت کی طرف نظر نہ کرے، اور نہ اس کے لئے مشغول ہو۔ کیونکہ اس کا مطلب و مقصود تو حق تعالےٰ ہے کہ جس کی بدولت تو کشف و کرامات بھی حاصل ہوتی ہے جب ان میں رہیگا تو وصال کو کب پہنچے گا۔ اور جو اکثر اولیاء اللہ سالک باللہ سے کرامات ظاہر ہوتی ہے تو اس کے دو سبب ہیں۔ یا تو کسی مستی کی حالت میں یا کسی کے فیض پہنچانے کو یا مرید اپنے پیر سے ظاہر کرے۔ تو اس کو بھی جائز ہے، ورنہ جتنا سالک اس کو چھپاتا ہے، اتنا ہی زیادہ درجہ حاصل ہوتا ہے۔ نفس کرامت چاہتا ہے اور حق تعالےٰ استقامت فرماتا ہے فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ

اور بھی اس میں نفس کو ایک طرح کا عجب اور تکبر پیدا ہوتا ہے۔ اس واسطے سالک باللہ اس کا اظہار کرنا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ بہت ہی بُرا جانتے ہیں۔ چنانچہ راحت القلوب میں نقل ہے کہ ایک دفعہ خواجہ حسن نوری دریائے دجلہ کے کنارے پر تشریف لے گئے۔ ایک ماہی گیر نے دریا میں جال ڈالا ہوا تھا۔ تو اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر مجھ میں کرامت ہے تو ایک مچھلی ڈھائی من کی بغیر کم و بیش وزن کے اس جال میں پھنس جائے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا جب ماہی گیر نے جال کھینچا۔ تو ڈھائی من کی مچھلی جال سے نکلی۔ جب یہ خبر حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمت کو پہنچی تو فرمایا کاش کہ اس جال میں ایک سانپ پھنستا۔ اور حسن نوری کو ڈستا اور شہید ہوتا۔ اب معلوم نہیں کہ اس کی عاقبت کیسی ہوگی۔ دیگر نقل ہے کہ پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمت فرماتے ہیں ایک دن شیخ علی کھوکھری جو مرید شیخ غوث بہاؤالدین علیہ الرحمت کے تھے شیخ ایک دن سوئے ہوئے تھے وہ اپنے شیخ کو پنکھا سے ہوا کرتا تھا۔ اسکے جی میں آیا کہ میں نماز نوافل ادا کر لوں۔ تو اس نے پنکھے کیطرف اشارہ کیا پنکھا پھرنے لگا۔ جب شیخ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ پنکھا پھر رہا ہے اور علی درویش نماز میں مشغول ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ انبیا کو معجزہ کا اظہار واجب ہے اور اولیا کو کرامت کا چھپانا واجب ہے تو نے بے فائدہ واجب کا ترک کیا ہے شیخ اس پر سخت رنجیدہ ہوئے۔ اسی وقت اسکی بھوک بڑھ گئی جتنا کھاتا سیر نہ ہوتا تھا تو اس نے حضرت شیخ جلال الدین اچوی علیہ الرحمت کی خدمت میں جا کر یہ اپنا حال بیان کیا۔ شیخ جلال الدین نے فرمایا۔ ذرا بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گیا۔ اور آپ مراقب ہوئے۔ پھر سر اٹھایا۔ اور ہاتھ کھینچا۔ فرمایا۔ یہ پس خوردہ شیخ بہاؤالدین کا ہے۔ اِس کو کھا لو۔ اُس نے کھا لیا۔ تو اسی وقت وہ اچھا ہو گیا۔ بھوک اس سے جاتی رہی۔ پس اِس کو قطع مسافت بھی کہتے ہیں۔ جو زمانہ قلیل میں زمین کوتاہ ہو جاتی ہے۔ غرض بلاوجہ کرامت کا اظہار کرنا اولیاء اللہ واجب کا ترک سمجھتے ہیں۔ اس میں بندہ نے عرض کی کہ جب مرید کو اپنے

پیر سے کرامت ظاہر کرنی واجب ہے تو علی کھوکھری نے بھی اپنے پیر سے کرامت ظاہر
کی تھی جناب قطب الاقطابؒ نے فرمایا مرید کو واجب ہے کہ جو کچھ حال اس پر وارد ہو
وہ سب اپنے پیر سے بیان کرے۔ یہ نہیں کہ اپنی کرامت پیر کو دکھلائے کہ میں ایسا
ہوں اپنے پیر کے روبرو کرامت کا اس طرح اظہار کرنا ایک تو گستاخی ہے اور
دوسرے بے فائدہ کرامت کو ظاہر کیا کہ جس سے اتنے نقصان تک پہنچا اور سالک
تو بے فائدہ کرامت کا اظہار واجب کا ترک سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہانتک برا جانتے ہیں کہ
ایک دن جناب قبلہ و کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ نے ارشاد فرمایا
کہ ایک بلا نام فقیر حضرت سلطان ہاتھیوان قدس سرہٗ کا مرید تھا اس کو فقیر صاحب نے کسی کام کے
واسطے راوی پر گڑھ فتح شاہ کو بھیجا تھا۔ جب حضرت شاہ شہابل شیرازی کے مقام پر
آیا اور ان سے ملا۔ تو شاہ شہابل کے ہاتھ میں ایک کلابہ یعنی ریچ کا کنگن تھا۔ فقیر بلا نے کہا
حضرت یہ کلابہ تو مجھے عنایت فرمائیے۔ شاہ شہابل نے کہا۔ فقیر جیسا تیرا دل چاہتا ہے
میرا بھی تو اسی طرح چاہتا ہے۔ اس میں دونوں کا کچھ زیادہ تکرار ہوا۔ فقیر نے کہا ہم بھی تو
سلطان ہاتھیوان ہیں۔ شاہ شہابل نے کہا۔ میں تم کو بلی بھی نہیں سمجھتا۔ فقیر نے جنبش میں
آکر دو شیر کے بچے اپنی دونوں بغلوں سے نکال دکھائے۔ شاہ شہابل نے کہا
یہ تو تُو نہیں ہے یہ تو سلطان ہاتھیوان ہیں۔ مگر میں ان کی خدمت میں جا کر عرض تو کروں گا
پس شاہ شہابل اسی وقت سوار ہو کر جھنگ کو روانہ ہوا۔ تو فقیر صاحب نے اپنے عزیزوں
سے کہا کہ شاہ شہابل بلا سے غصہ ہو کر ہماری طرف آ رہا ہے۔ ہم آگے چل کر اس
سے ملاقات کریں۔ تو آپ سوار ہو کر مائی ہیر کے روضہ کے پاس اس سے
ملاقی ہوئے۔ شاہ شہابل نے رو دیا۔ اور سب حال عرض کیا۔ کہ حضرت ایسے شخص
کو نعمت دینی جو جا بجا بھی نہیں دیکھتا۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت وہ بھی ابھی ہمارے
پاس آجاتا ہے۔ پس آپ مکان پر آئے۔ اور وہ بلا فقیر بھی اسی وقت آگیا۔

آپ نے اپنے پوتے حضرت علی شیر کو فرمایا۔ کہ تم اس سے تاج اور خرقہ اُتار لو۔ جب وہ اتار گیا۔ تو فرمایا کہ اب ذرا ماں کے دو چوہے تو نکال دکھا۔ اوّل تو بزرگی اور کرامت کا دکھانا فقیر کا کام نہیں ہے۔ پھر اُن کے سامنے ہونا جن کے گھر سے نعمت ملی ہو۔ پھر تو سب لوگوں نے اس کی سفارش بھی کی حتیٰ کہ شاہ شہابل نے بھی اسکے واسطے معافی چاہی۔ تب بھی یہ قصور اُس کا فقیر صاحب نے معاف نہ کیا۔ پھر میرے ہادی راہنما نے ارشاد فرمایا کہ بعض سالک باللہ اولیاء اللہ اپنی بزرگی و کرامت کو یہاں تک چھپاتے ہیں۔ کہ جب اپنی بزرگی و کرامت کا چرچا لوگوں میں زیادہ مشہور دیکھتے ہیں۔ تو پھر کسی بدنامی کے سبب لوگوں کے طعنے و ملامت سے اپنے نفس کو پشیمان بناتے ہیں۔ تاکہ بہ کسی تعریف وغیرہ میں غرّہ نہ ہو جائے۔ جیسا کہ ایک وقت مائی نور بھری نام کینچنی کو حضرت سلطان باھیوان قدس سرہٗ نے اپنی منظور نظر کیا۔ اور اس کے وارثوں کو ہر روز دو روپیہ نقد اور علاوہ خرچ بھی دیتے تھے۔ سب لوگ علانیہ اسکا آنا اور جانا بھی دیکھتے تھے۔ لوگوں میں اس بات کا بہت چرچا ہوا۔ بہت آدمی تو اس میں فقیر صاحب کی شکایت کرتے تھے۔ اور اکثر صاحب یقین ان کو اس شکایت سے روکتے تھے۔ چنانچہ مرزا نام ایک شخص ہر وقت اور ہر جگہ فقیر صاحب کی بہت شکایت کرتا تھا۔ ایک دن کسی شخص نے اُس کو اس شکایت سے منع کیا اور کہا کہ اس میں کوئی راز ہے۔ اس شکایت سے تیرا نقصان ہوگا۔ وہ اس کا بازو پکڑ کر دوپہر کے وقت اس مکان کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ جہاں فقیر صاحب و مائی نور بھری تھے۔ دیکھا کہ ایک پلنگ پر دونو سوئے ہوئے ہیں۔ مگر دونوں کی ایک ہی پوشاک اور ایک ہی رنگ اور ایک ہی صورت ہے یہ نا معلوم ہوا کہ مائی نور بھری کون اور فقیر صاحب کون ہیں پس یہ دیکھتے ہی فوراً مرزا فقیر صاحب کے قدموں پر گر پڑا۔ اور تائب ہو کر مرید ہوا۔ یہ دعا گو کہتا ہے کہ اس میں دو راز ہوتے ہیں۔ ایک تو اس طرح لوگوں کی شکایت سے سالک اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہیں۔ اور

دوسرا آگ اور روئی کو یکجا ملانے سے نفس کا تجربہ کیا کرتے ہیں کہ ابھی کچھ ہوس و حرص الٰہی
کر سکتا ہے یا نہیں؟ پھر جناب قطب الاقطابؒ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ عبدالملک
بادشاہ عباسی کے زمانہ میں ایک فقیر شہر میں رہتا تھا۔ اس کی مجلس میں بہت مرد
عورتیں ایک جگہ رہتے تھے۔ اسبات کی بہت لوگ شکایت کرتے تھے۔ یہاں
تک کہ علمائے شرع نے بادشاہ کی خدمت میں لکھا۔ کہ فلاں فقیر کی مجلس میں بہت
مرد و عورتیں جمع رہتی ہیں۔ پھر آگ اور روئی کا ایک جگہ جمع ہونا ممکن نہیں کہ آگ روئی کو
ضرر نہ کرے۔ پس یہ حرکت شیطانی ہے۔ یا تو وہ اس بات سے باز آوے یا اسکو شرع
کی سزا دی جائے۔ بادشاہ نے وہ کاغذ فقیر کے پاس جواب طلب بھیجا تو فقیر نے
ایک ڈبہ میں روئی بھر دی۔ اور اس کے درمیان ایک آگ کا انگارا رکھدیا۔ پھر وہ
ڈبہ بند کر کے بادشاہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ جب وہ کھولا گیا۔ تو دیکھا کہ روئی میں آگ
کا انگارا چمک رہا ہے۔ اور روئی کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ یہ دیکھ کر معہ بادشاہ
تمام کچہری متعجب و حیران ہوئی۔ پھر فقیر نے کہلا بھیجا کہ اسی طرح ہمارے پاس
آگ اور روئی رہتی ہے۔ مگر مجال نہیں کہ آگ کچھ روئی کا نقصان کرے یا اس میں کوئی
شیطانی حرکت کر سکے۔ اتنے میں جناب قطب الاقطابؒ ایک شخص سے بات
کرنے کو مجلس سے چند قدم باہر اٹھے تو حاضرین مجلس واسطے تعظیم کے کھڑے ہوئے
جب آپ اس شخص سے فارغ ہو کر مجلس میں آئے۔ تو حاضرین دوبارہ کھڑے
ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ بار بار اٹھنا مناسب قاعدہ نہیں ہے۔ صرف پہلی دفعہ
جب کوئی اوپر سے آوے۔ تو تعظیماً کھڑے ہونا واجب ہے۔ اور اس بار بار اٹھنے
سے تو میرے ہادی راہنما بھی منع فرماتے تھے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ کھڑے ہو کر
دستار کا باندھنا طریقہ مسنون ہے۔ لیکن یہ خیال کرے کہ اگر میرے کھڑا
ہونے سے تمام آدمی کھڑے ہوتے ہیں تو ان کی تکلیف کے سبب سے بیٹھ کر

تعظیماً کھڑے ہونا

کھڑے ہو کر دستار باندھنا سنت ہے

باندھے اور بھی جہاں گزوں کا رواج ہو۔ وہاں طاق گز کی دستار ہو۔ اور جہاں ہاتھوں کا دستور ہو، وہاں طاق ہاتھ کی دستار ضرور ہو۔ اور بزرگوں نے بھی اکثر اپنا وظیفہ طاق ہی پر مقرر کیا ہے۔ نیز تم جانتے ہو کہ تسبیح کے دانے ایک کم سو یا سو پر ایک زیادہ ہوتے ہیں۔ پس طاق عمل خداوند کریم کو زیادہ پسند ہے اور خدا کی ذات بھی طاق ہے۔ پھر اس بندہ کو فرمایا۔ عزیز من کھڑا ہو کر دستار کا باندھنا اور باقاعدہ ایک ہی دفعہ تعظیماً کھڑا ہونا اور فضیلت طاق یہ تمام ارقام کرے۔ بندہ نے لکھ لیا۔ آپ اُٹھے اور مجلس برخاست ہوئی۔

طاق عمل زیادہ پسند ہے

مجلس یازدہم

بتاریخ ۲۴ ماہ ذوالحجہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴ ماہ پوہ سمت ۱۹۶۶ بروز جمعہ اشراق کے بعد یہ جناب قطب الاقطاب کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ اور سید نواب شاہ و غلام محمد قلانوت و میاں سردار بخش ہراج وغیرہ بھی مجلس میں موجود تھے۔ ذکر حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ العزیز کے کچھ حالات و کرامات کا ہوا۔ فرمایا کہ جناب قبلہ و کعبہ حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہٗ نے فرمایا تھا۔ کہ جب حضرت سلطان باہو نے جھنگ میں رہنا پسند کیا۔ تنہائی و خلوت کو اختیار کر کے وہاں بیٹھ گئے تو جناب نواب صاحب ولی داد خاں والئے جھنگ فقیر صاحب کے بڑے معتقد تھے، اور جو کچھ پیر صاحب فرماتے، وہ فوراً بجا لاتے۔ آپ کو یہاں تک اختیار تھا کہ جب فقیر صاحب کبھی جیل خانے کو تشریف لے جاتے۔ تو جس قیدی کو دل چاہتا بلا اطلاع اس کو رہا کر دیتے تھے۔ یہاں تک نواب صاحب ان کے حکم کے تابعدار فرمانبردار تھے۔ ان کے بعد جب صاحب خاں سردار جھنگ ہوئے تو

حضرت سلطان باہو قدس سرہٗ کے حالات و کرامات کا ذکر

اس کا عقیدہ فقیر صاحب پر اچھا نہ رہا۔ بلکہ بعض موقعہ پر تو آپ کی کچھ شکایت بھی کرتا تھا چنانچہ ایک دفعہ صاحب خاں کے مرشد شاہ گل محمد نوری جھنگ میں آئے۔ اور صاحب خاں کو فرمایا۔ کہ میں تین ماہ یہاں تمہارے پاس رہوں گا۔ جب دو تین روز ہوئے تو ایک دن صاحب خاں نے رنجیدہ ہو کر فقیر صاحب کی یہ شکایت کی کہ میرے دادا کا ہا بھیوان تھا۔ اور میرا مرشد آیا۔ اس کے ملنے کو نہیں آئے۔ یہ بات کسی نے آکر فقیر صاحب کو بھی کہی۔ آپ نے فرمایا۔ میں تو اس واسطے نہیں گیا۔ میں نے سُنا تھا کہ وہ یہاں تین ماہ رہینگے۔ پھر جب میں جاؤں گا۔ تو وہ کوچ کر جاوینگے۔ اس شخص نے کہا حضرت وہ کوچ کرے یا نہ کرے۔ صاحب خاں تو آپ پر راضی ہو جاویگا۔ فرمایا اچھا۔ جب دوسرے دن آپ وہاں تشریف لے گئے تو اسوقت شاہ گل محمدؒ گھوڑوں کے اصطبل میں پھرتے تھے۔ فقیر صاحب کو دیکھ کر بالاخانہ پر چڑھ گئے۔ حضرت سلطانوں کے سلطان قدس سرہٗ اسی جگہ مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد فقیر صاحب نے اس بالاخانہ کی طرف منہ کر کے بآواز بلند بڑی مُدّ سے فرمایا ھُو، تو اسی وقت شاہ گل محمدؒ نیچے اُتر آئے۔ اپنے ملازموں سے کہا۔ کہ جلد ہی تیاری کرو۔ ہمارا کوچ ہے۔ اسی وقت تیاری ہو گئی۔ صاحب خان کو بھی خبر پہنچی اُس نے آکر عرض کی کہ آپ نے تو تین ماہ کے رہنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ شاہ گل محمدؒ نے کہا۔ اب ہم جانتے ہیں جو اس بات میں مجھ کو مجبور کریگا میں اُس کے برابیش آؤنگا۔ آخر روانہ ہوئے۔ جب دریا میں کشتی پر سوار ہوئے تو سخت آندھی آئی۔ بارش اور اولے اسقدر زور سے پڑا کہ بہت جانور ہلاک ہو گئے۔ آپ بھی بُرے حال مصیبت کمال سے پار اُترے اور ایک جگہ مقام کیا تو وہاں ایک ہندو فقیر مجذوب مست رام نام خیمہ کے دروازہ پر کچھ منہ سے بھی کہتا ہوا ادھر اُدھر پھرتا تھا۔ شاہ گل محمدؒ نے حکم دیا۔ کہ اس کو پکڑو اور اس کا ختنہ کرو۔ بزرگ بنا پھرتا ہے۔ نہ ہندو معلوم ہوتا ہے نہ

مسلمان جب اُس کو پکڑ لائے تو اس نے کہا شاہ گل محمدؐ مجھ کو کچھ نہ کہو۔ میرے مسلمان ہونے سے تیری مسلمانی زیادہ نہیں ہو جاتا۔ جب اُس نے اس کا کہا نہ مانا۔ تو اس مجذوب نے لنگوٹ سے دو نفس نکال دکھائے۔ پھر کہا کہ جو تم مسلمانوں کا ہے اس سے شریعت کرلو۔ دوسرے کو جانے دو۔ جب شاہ گل محمدؐ نے یہ حال دیکھا۔ تو کہا۔ اِس کو چھوڑ دو۔ اور کچھ نہ کہو۔ پس یہاں تو یہ معاملہ ہوا۔ اور وہاں جھنگ صاحب خاں کچہری میں بیٹھا تھا۔ کہ ایک فقیر مست وار نام گل محمدؐ ننگا جو اسی شہر میں رہتا تھا۔ کچہری میں آگیا۔ تو صاحب خاں نے کہا۔ کیوں فقیر صاحب کس طرح آئے۔ فقیر نے کہا۔ اللہ تیرا جانے میں تم سے دو تین باتیں کرتا ہوں یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ صاحب خاں نے کہا۔ تسبیح ہے۔ فقیر نے کہا۔ اس کے سر پہ کیا ہے۔ اس نے کہا۔ اس کو بانگا کہتے ہیں۔ یہ سَو دانے کا سر دار ہے پھر فقیر نے کہا یہ سَو کا سر دار ہے تو اس کی گانڈ میں دو تاگے ہیں۔ اور تو تو بہت آدمی کا سر دار ہے۔ تیری گانڈ میں تو بہت ہونگے۔ اس میں لوگ پھنس پڑے۔ پھر فرمایا اللہ تیرا جانے یہ جوتی تیری جب دائیں طرف جاتی ہے تو کیا کہتی ہے۔ اور بائیں طرف جاتی ہے تو کیا کہتی ہے اور تیرے سر پر آتی ہے تو کیا کہتی ہے۔ صاحب خاں نے کہا مجھ کو تو معلوم نہیں خدا جانے کیا کہتی ہے۔ فقیر نے فرمایا یہ جوتی کہتی ہے ادھر والے اُمرا وزرا کے گناہ اور ادھر والوں کے گناہ سب تیرے سر میں ہیں۔ اسوقت سب نے سمجھا کہ فقیر کسی غصہ کی حالت میں کھڑا ہے۔ پھر فقیر نے کہا۔ اللہ تیرا جانے آج تیرے مرشد کے پاس دو نفسوں والا گیا ہے مگر تو اُسکا مرشد ہے وہ تیرا مرشد نہیں ہے اگر وہ مرشد ہوتا تو پہلے ہی دیکھ لیتا۔ کہ یہ تو دو نفسوں والا ہے۔ میں اس کو کچھ نہ کہوں پس اتنا کہکر فقیر چلا گیا۔ صاحب خاں بہت پشیمان ہوا۔ سبحان اللہ سر سالک باللہ کا ایک ہی راز ہوتا ہے اور انکی زبان لوح محفوظ کی قلم ہے چنانچہ حدیث جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ یعنی تمام ہونیوالی باتیں قلم نے لوح محفوظ

ہیں لکھ ڈالیں۔ اور عین الفقر یہی ہے کہ جو کچھ سیاہی جف القلم سے باقی رہ گئی وہ سیاہی فقرا کی زبان پر جاری ہوتی ہے۔ اسواسطے فقیر نہ خدا ہیں اور نہ خدا سے جُدا ہیں الغرض اس کے بعد نواب صاحب خاں نے دو معزز آدمی ہندو قوم سکا خاص جھنگ کے باشندے کسی جھوٹے الزام میں قید کر دیئے بہت لوگوں نے ان کی صفائی بھی دی۔ تو بھی نہ مانا۔ اور دو مرتبہ حضرت فقیر صاحب سلطان ہاٹھیوان قدس سرہٗ نے بھی سفارش کی۔ تب بھی ان کو نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ پھر ان کی عورتوں نے آکر فقیر صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ آپ حضرت میاں کالا خاں کو کہو۔ کہ وہ ہماری سفارش کرے۔ کالا خاں صاحب خاں کا سالا لگتا تھا۔ تب آپنے کچھ ملال ہو کر فرمایا کہ ہم نے تو بدبخت کالے اور بگے دونوں کو کہا ہے۔ مگر کسی نے ہمارا کہا نہیں مانا تیسرے روز ان کو کٹک یعنی فوج آپڑیگی۔ اور وہ چھوٹ جائینگے پس فقیر صاحب کے اس کہنے کا لوگوں میں بہت چرچا ہوا جب یہ بات صاحب خاں اور اس کی والدہ نے بھی سُنی۔ تو اسکی ماں نے فقیر صاحب کو اپنے پاس بلا بھیجا آپنے فرمایا وہ کلمہ ہم سے یہ دوسری بار بھی کہلواتی ہے۔ تو فقیر صاحب اپنے پوتے حضرت علی شیر کو ساتھ لیکر ان کے اندر گئے۔ تو مائی صاحبہ اور صاحب خاں تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ پلنگ پر نیچے پاؤں کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت علی شیر اور سب نیچے فرش پر بیٹھے۔ مائی صاحبہ نے کہا کہ حضرت آج کوئی سخت کلمہ ہم نے سنا ہے وہ کس طرح آپ نے فرمایا ہے پھر آپ کو وہی کلمہ کہنا پڑا۔ اور اسی طرح کہدیا پھر فرمایا۔ یہ بات تو اسی طرح ہوگی۔ ڈھال ایک دن کیواسطے ہوتی ہے جو وسیلہ بنانا ہو بنالو۔ صاحب خاں نے کچھ ترش ہو کر کہا۔ کہ ہماری ڈھال تو وہی ہے کہ جس کے آگے آپ بھی کان پکڑ کر کھڑے ہوتے ہیں یعنی جناب پیران پیر فقیر صاحب نے کہا ہم کو بھی انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ بدبخت جھوٹا ہے پھر فرمایا کہ اگر تم کو اس جھنگ کی سرداری کا کچھ فخر و مخول ہو تو یہ محبوب نے ہمارے حوالے کی ہے ہم یہ

آئتھر یعنی جھولی جس گدھے پر ڈال دیں ڈال دیتے ہیں۔ اتنے میں اُس کالا کنجر نے بھی کوئی بات کہی تو فرمایا کہ تو بھی ان کے بیچ سہی۔ پھر حمیدہ نام فراش جو آپ کا مرید اور صاحب خاں کا خاص ملازم تھا۔ اس نے کہا یا حضرت یہ تو آپ کو پیروں کی طرح مانتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے کمبخت تو نے بھی کیوں اس میں اپنا سر ڈالا تو بھی انکے بیچ سہی۔ پس اتنا فرما کر آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مکان پر آئے۔ القصہ جب وہ تیسرا دن آیا تو اچانک سکھوں کی فوج جھنگ میں آپڑی۔ اور شہر کو لوٹنے لگی۔ سچ ہے کہ لِسَانُ الْفُقَرَاءِ سَيْفُ الرَّحْمٰنِ یعنی کامل فقرا کی زبان گویا خدا کی تلوار ہوتی ہے تو ایک سید صاحب جسکا نام اس دعاگو کو یاد نہیں رہا۔ اُس نے آکر فقیر صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت آپکا فرمان تو پورا ہو چکا۔ اب مہربانی فرماؤ کہ شہر برباد نہ ہو جائے۔ آپنے فرمایا۔ مرد و یہ بات تو اسی طرح ہوگی اگرچہ اس میں ہم بھی لوٹے جاویں پھر سید صاحب نے یہ حکایت بیان کی کہ حضرت ایک شخص کے پاس بھورہ عراقی گھوڑا تھا۔ مالک نے اس کو بہت بے خدمت اور بیقدر رکھا ہوا تھا۔ وہ بھی دل میں کہتا کہ جیسا تو نے مجھے بے قدر کیا ہوا ہے۔ اگر کوئی موقعہ ملا تو میں بھی تیرا سر مرواؤنگا۔ چنانچہ دشمنوں سے ایک دن مقابلہ ہوا جس طرف وہ بھورہ عراقی والا تھا۔ وہ لوگ شکست کھا کر بھاگے۔ ان کے پیچھے دشمن مارتے ہوئے چلے آتے تھے۔ وہ سوار بھی دشمنوں کے خوف سے بھورہ عراقی کو بہت دباتا تھا۔ مگر بھورہ عراقی وہ موقعہ سمجھ کر کم رفتار چلتا تھا۔ تو ایک سوار نے اگلے سوار کو پکار کر کہا کہ اس بھورہ عراقی والے کو پکڑ لینا جب بھورہ عراقی نے اس کی یہ بات سنی۔ تو دل میں کہا کہ اگر یہ میری ذات کا نام نہ لیتا۔ تو میں اس کو ضرور مروا ڈالتا۔ مگر اب میری ذات کو داغ لگتا ہے۔ یہ سمجھ کر بھورہ عراقی ہوا کی مانند ہو کر نکل گیا۔ سید صاحب نے کہا حضرت اسی طرح آپکی موجودگی میں اگر جھنگ برباد ہوا۔ تو اس میں آپ کی ہتک ہوگی۔ آپ یہ سنکر خاموش ہو گئے کچھ دیر کے

بعد فرمایا کہ اچھا مردو ہمت کرو۔ اُس نے کہا حضرت ہماری ہمت کیا کرتی ہے آپ نے فرمایا۔ اب تو میں ہی کہتا ہوں۔ پس سید صاحب بھی یہ کلمہ کہتا ہوا دوڑتا پھرے کہ مردو ہمت کرو تب سب لوگ بھی یہی کلمہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پس اتنے میں وہ فوج چلی گئی۔ نہ پتہ ملا کہ وہ کہاں سے آئی تھی اور کہاں گئی۔ اس حال پر یہ بیت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا کیسا دلیل ہے۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گرداند زراہ

خیر یہ موقعہ تو گزر گیا۔ اس کے بعد فقیر صاحب نے تھل کو تیاری فرمائی جہاں آپکا مرید نواب صاحب ملک خاں ٹوانہ رہتا تھا۔ بروقت تیاری آپکی مجلس میں بہت لوگ موجود تھے۔ فقیر صاحب طہارت کو اُٹھے۔ تو کبیر خاں جو صاحب خاں کے ہم قوم سیال تھے۔ جس کی اولاد اب جھنگ میں سردار ہے۔ اس نے فقیر صاحب کا جوڑا مبارک جھاڑ کر آگے رکھ دیا۔ آپ نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا کہ اے کبیر یہ جھنگ کی سرداری محبوب نے تم کو دی ہے۔ اُس نے عرض کی کہ حضرت میں تو آپ کے بھروسہ پر جھنگ میں تھا۔ آپ کے بعد تو میں یہاں سے بھاگنے والا ہوں صاحب خاں کہتا ہے کہ کبیر میری آنکھ میں ایک تنکا ہے جب تک وہ نہ نکالونگا آرام نہیں ہے پھر فقیر صاحب نے فرمایا۔ وہ کوئی نہیں ہے تم یہاں سے ہرگز نہ جانا اس جھنگ کا سردار تو ہے۔ القصہ فقیر صاحب روانہ ہو کر ملک خان ٹوانہ کے پاس پہنچے۔ اور صاحب خان نے بھی اپنی شادی کی تیاری بڑی دھوم دھام سے شروع کی۔ جب اس نے شادی کی گنڈھ اقوام ٹوانہ ملک خاں وغیرہ کو پہنچائی تو ملک خاں وہ تھال مصری وغیرہ کے فقیر صاحب کے پاس لایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے خون کی بُو آتی ہے۔ اس کو اُٹھا لو۔ پس اس وقت تو اتنا ہی ذکر ہوا۔ جب اقوام ٹوانہ نے شادی پر جانے کی تیاری کی تو پھر حضرت سلطان باھو

قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بھائی آنا جانا اور دینا و لینا تو زندوں کے ساتھ ہوتا ہے مُردوں کو دینا پھر کیا لینا۔ چونکہ ملک خاں لوٹانہ کو فقیر صاحب کے کہنے پر کامل یقین تھا۔ اس واسطے شادی پر جانے سے رُک گئے۔ پس جب وہ شادی کی رات آئی اور برات شہر کھیوا میں پہنچی تو اس روز فقیر صاحب پہر دن تک مراقبہ میں رہے بعدہٗ فارغ ہوکر فرمایا۔ کہ لو مردو وہ کام تمام ہوگیا۔ یعنی صاحب خاں مارا گیا ہے واقعہ اس طرح ہوا کہ صاحب خاں اور کالا کنجر اور حمیدہ غراش یہ تینوں کسی کام کے مشورہ میں تنہا بیٹھے تھے کہ اچانک ان کے سر پر تلواریں چل گئیں۔ وہ تینوں مارے گئے۔ پھر شہر جھنگ میں خود بخود دلبیر خان کی دھڑے بندی پھر گئی۔ سب لوگ اس کے سلامی ہو گئے۔ کیا خوب مولانا روم فرماتے ہیں ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔۔۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اتنے میں ایک شخص کو اوباسی آئی۔ جناب قطب الاقطابؒ نے فرمایا یہ مسئلہ ہے کہ جب کسی کو اوباسی آئے تو وہ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت اپنے منہ پر رکھے۔ کیونکہ شیطان اس کے اندر گھسنا چاہتا ہے اسی واسطے تو نماز میں بھی تین حرکتیں کرنا جائز ہیں۔ اوّل اسی طرح نماز میں بھی اوباسی کے وقت بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھے۔ دوم نماز پڑھتے دُبر میں کیڑا آجاوے تو اُس کو بھی نکال لیوے۔ سوم جب تشہد پر بیٹھے تو داہنا پاؤں کو کرتہ یا چادر کے دامن سے ڈھانپ لیوے۔ تاکہ اگر کوئی نمازی اس کے پیچھے بیٹھا ہو تو اس سے بھی بے ادب نہ ہو۔ پھر فرمایا جب کسی کو چھینک آوے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تاکہ اس کے سننے والے بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیں۔ ان کو بھی ثواب بے حساب ہے مگر دو چھینکوں تک الحمد کہے کیونکہ دو صحت کی ہوتی ہیں۔ دو سے زیادہ پر الحمد نہ کہے۔ کہ وہ نزلہ سے آتی ہیں۔ پھر فرمایا۔ عزیز من یہ تمام مسائل جو بیان ہوتے ہیں۔ ملفوظ میں لکھ لے

بندہ نے لکھ لیئے۔ آپ اُٹھے اور مجلس برخاست ہوئی ۞

مجلس دوازدہم

ذکر اللہ عزوجل کی محبت و عبادت کا

بتاریخ ۲۵ ماہ ذوالحجہ بروز شنبہ ظہر کے بعد یہ بندہ جناب قطب الاقطاب کی مجلس میں حاضر تھا۔ ذکر اللہ عزوجل کی محبت اور عبادت کا ہوا۔ فرمایا طالب کیواسطے شریعت رستہ ہے اور اس کی منزل و مقصود پر پہنچانے والا عشق ہے اور بغیر عشق طالب پڑا رہے پر ہے۔ عشق راہوار اور مرشد راہبر ہے۔ چنانچہ بغیر راہوار کے کب چل سکتا ہے۔ اسی واسطے تو عشق کے سوا سب عبادت وغیرہ ناروا بلکہ بدعت و ریا ہے پس وصل خدا کی بنا ہی عشق ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

نہ بندگی ہے نہ سجدہ ہے نہ عبادت	محبت ہے محبت ہے محبت

اور اس محبت کی وہ لذت ہے کہ اگرچہ عاشق اس عشق کے بحر میں ہزارہا غوطے کھاتے اور مصیبتیں اُٹھاتے ہیں لیکن تب بھی نعرہ هَلْ مِنْ مَّزِيْد کا مارے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے حضرت بھی فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ قَلْبِیْ مَیْلَانَ عِشْقِكَ یعنی اے بار خدایا تو میرے دل میں اپنے عشق کا درد اور محبت کا جوش بھر دے۔ آپ نے تعلیم اُمت کے واسطے فرمایا کہ اے میری اُمت تم بھی اسی طرح عشق کو چاہو۔ اور میری پیروی کر کے محبوب الٰہی ہو جاؤ۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں فرمایا فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اَیْ اِتَّبِعُوْنِیْ یَا اُمَّتِیْ قَوْلًا وَّ فِعْلًا وَّ حَالًا حَتّٰی تَصِیْرُوْ مَحْبُوْبِیْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی یعنی حضرت نے فرمایا کہ اے میری اُمت تم میری پیروی کرو قول و فعل اور حال میں تاکہ تم خدا عزوجل کے محبوب ہو جاؤ۔ اور محبوب کا معنی ہر وقت دوست کی محبت اور صحبت میں رہنا ہے۔ عارف

فرماتے ہیں کہ جس کو خدا تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھنے کی طاقت نہ ہو تو وہ اُس شخص سے صحبت رکھے جو خدا کے ساتھ صحبت رکھتا ہو۔ تاکہ اُس صحبت کی برکت سے تم کو اللہ تعالیٰ کی صحبت تک پہنچا دے اور حدیث صحاح میں ہے حضرت نے فرمایا میرا پروردگار فرماتا ہے کہ میری محبت اُن لوگوں کیلئے ثابت اور محقق ہوتی ہے۔ جو لوگ آپس میں میرے واسطے محبت کرتے ہیں یعنی محبت اور صحبت کے سبب آپس میں صحبت رکھتے ہیں تو وہ خاص عاشق ہو کر میرے قرب تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور عاشق کی وہ صفت ہے کہ آپ کو دونوں عالموں سے علیحدہ کر ڈالے۔ اپنی جان سے فانی اور مشاہدہ دوست میں باقی ہو۔ ہر وقت خیال دوست میں ایسا مستغرق ہو کہ آپ کو بھول جائے اور جو کچھ کرے دل میں خیال تک نہ لائے کہ میں کرتا ہوں اللہ کی طرف سے توفیق جانے۔ اسکی اطاعت میں ایسا مست اور محو ہو کہ خود سے خبر نہ رہے۔ کیونکہ عاشق کو جب محبوب کی محبت کا جوش غالب آتا ہے تو خود سے فانی اور دوست سے باقی ہو جاتا ہے۔ جیسا کسی نے مجنوں سے پوچھا مَا اسْمُكَ قَالَ لَيْلٰى یعنی اے دیوانے تیرا نام کیا ہے۔ اُس نے کہا لیلیٰ میرا نام ہے۔ پس خود نہ رہا۔ خود تو محبوب کی محبت میں معدوم ہو گیا دوست کی جان باقی رہی اور بھی فانی کی علامت یہ ہے کہ اسکا حظ بجز اللہ تعالیٰ کے دنیا و آخرت سے جاتا رہے یعنی اس کو کوئی بھی چیز خدا سے عزیز نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ بندگی و عبادت کا اصول بھی محبت کا حصول ہے۔ یعنی جتنی زیادہ عبادت ہوگی۔ اتنا ہی زیادہ محبت بڑھے گی پس عبادت شرط اور محبت مشروط ہے۔ اسی واسطے جناب باری اپنے قرآن مجید میں شرط کی زیادہ تاکید فرماتا ہے۔ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جن اور آدمیوں کو مگر پیدا کیا ہے میں نے واسطے عبادت کے یعنی انسان کو صرف عبادت اپنی کے واسطے پیدا کیا اور عبادت

ہی کیلئے یہاں دنیا میں بھیجا ہے پس انسان کو بغیر عبادت کے چارا نہیں ہے یعنی نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ درود وظائف۔ تلاوتِ قرآن پاک اور نفل وغیرہ کہ یہ سب عبادت میں داخل ہیں۔ ان کی فضیلت حدیث صحاح میں اسطرح ہے کہ ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب تک رات میں پانچ کام نہ کرلے، نہ سوئے۔ اوّل ختم قرآن۔ دوم غزا۔ سوم حج۔ چہارم خوشنودی اپنے پیغمبر کی پنجم خوشنودی اللہ عزّوجل کی۔ صحابہ رضی نے متعجب ہوکر عرض کی، کہ یا حضرت یہ پانچ کام ایک رات میں کیونکر ہو سکتے ہیں۔ فرمایا ہو سکتے ہیں۔ پس جو کوئی پچیس بار سورہ اخلاص پڑھ کر سوئے تو گویا اس نے قرآن کا ختم کیا۔ اور جو دس بار سُبحَانَ اللّٰہِ وَالحَمدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَرُ کہے تو اس کو غزا کا درجہ عطا ہوا۔ اور جو کوئی سو بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الحَلِیمُ الکَرِیمُ پڑھے تو گویا اس نے حج کیا۔ اور جو سو مرتبہ درود شریف پڑھے تو اُس نے اپنے پیغمبر کو راضی کیا۔ اور جو رات کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بہت کہے تو ایسا ہے کہ اس نے اپنے اللہ عزّوجل کو راضی کیا پس یہ ظاہر شریعت کی عبادت ہے جس کی بھی توانتی فضیلت اور سعادت ہے۔ اور خاص وخاص الخاص عبادت تو ذکر واحد ہے کہ جس سے زیادہ دل کی صفائی و روح کی روشنائی حاصل ہوتی ہے جیساکہ صحاح میں یہ حدیث ہے لِکُلِّ شَیءٍ مِصقَلَۃٌ وَمِصقَلَۃُ القَلبِ ذِکرُ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی حضرت نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کیلئے صیقل ہوتی ہے اور قلب کی صیقل ذکر اللہ ہے۔ ذکر دو قسم سے ہے ایک جلی اور ایک خفی۔ جلی ذکر کلمہ شریف یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس کو نفی اثبات کہتے ہیں۔ لیکن اسکا باطنی معنی اپنے پیر سے سمجھ کر لَا کو بائیں طرف سے شروع کرے ساتھ مد کے پھر اِلَّا اللّٰہُ کو بھی بائیں ہی طرف دل پر ساتھ ضرب کے اثبات کرے تاکہ شدتِ ضرب سے قلب کی کثافت وسختی زائل ہو جاوے۔ پس یہ ذکر بہت کثرت سے کرے جیسا

حق تعالیٰ فرماتا ہے یاد کرو تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا بہت پس بہت ذکر کی کوئی حد اور وقت معین نہیں ہے بعضوں کا قول ہے کہ بہت ذکر کی حد تین سو ساٹھ تک ہے کیونکہ انسان کی رگیں بھی تین سو ساٹھ ہیں اور کم از کم ستر بار تو کرے۔ دوم ذکر نفی۔ یہ دائمی ذکر ہے۔ اس کو پاس انفاس کہتے ہیں۔ سالک ہمیشہ و ہر وقت اس ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ کوئی دم بھی خدا کی یاد سے عدم نہیں ہونے دیتے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ داخل ہوگا بہشت میں وہ دم جو نہیں داخل ہوتا عبادت میری میں اور جو اس ذکر سے غافل ہوتا ہے۔ تو اس پر شیطان غالب آتا ہے۔ چنانچہ قولہٗ تعالیٰ وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ یعنی خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص منہ پھیرے اللہ کی یاد سے تو ہم مسلط کرتے ہیں اُس پر شیطان کو اور بھی حدیث میں ہے کہ حضرت نے فرمایا تحقیق شیطان نے آدمی کے قلب پر منہ رکھا ہوا ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے۔ تو وہ منہ پھیر لیتا ہے۔ اور پیچھے کو ہٹ جاتا ہے۔ اور جس وقت بندہ غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اس کے قلب کو لقمہ بنا لیتا ہے پھر اللہ عزوجل فرماتا ہے قولہٗ تعالیٰ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یعنی اے محمد تو اُس شخص سے منہ پھیر لے جس نے میرے ذکر سے منہ پھیر لیا اور چاہتا ہے زندگانی دُنیا کی پس اس ذکر کی از حد تاکید مزید ہے چنانچہ قولہٗ تعالیٰ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ یاد کرو پروردگار اپنے کو اگر کھڑے ہو یا بیٹھے یا پڑے ہو۔ یعنی ہر وقت و ہر حال میں۔ پھر اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ یعنی ذکر کرو تم رب اپنے کا بیچ نفسوں اپنے کے از روئے عاجزی کے اور پوشیدہ بغیر آواز کے پس یہ ذکر مخفی کہا جاتا ہے اس واسطے اس کے بہت درجے اور فوائد ہیں۔ جیسا حدیث شریف میں ہے

ذِکْرُ اللِّسَانِ بِالسِّرِّ مَرَّۃً اَفْضَلُ مِنْ ذِکْرِ الْجَھْرِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃً وَذِکْرُ الْقَلْبِ بِالنَّفْسِ مَرَّۃً اَفْضَلُ مِنْ ذِکْرِ اللِّسَانِ بِالسِّرِّ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَرَّۃً

یعنی ذکر اللہ تعالیٰ کا آہستہ کہنا زبان سے افضل ہے۔ ذکر بلند کہنے ستر ہزار مرتبہ سے و ذکر دل سے نفس میں کہنا افضل ہے ذکر زبان کے آہستہ کہنے ستر ہزار مرتبہ سے۔ اور بھی اس ذکر میں فکر افضل ہے۔

جیسا حدیث شریف میں ہے حضرتؐ نے فرمایا فکر کرنا ایک ساعت افضل ہے ذکر کرنے ستر ہزار مرتبہ سے پس بندہ اس ذکر اور فکر کے ذریعہ سے دل کی صفائی و روح کی روشنائی حاصل کرکے قربِ الٰہی تک پہنچ جاتا ہے پھر دل کی صفائی سے سب پوشیدہ چیزیں اور مخفی باتیں بھی منکشف ہو کر تمام زمین و آسمان اس کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک دن جناب قبلہ و کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ نے اسی طرح دل کی صفائی میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ موضع چوترہ سرگانہ میں اقوام سرگانہ مہر محبت و مہر عظمت و مہر نامدار بڑے سردار بلکہ چالیس کوس تک وہ خود حاکم و سرکار تھے۔ ایک دفعہ اُن کے شادی ہوئی تمام رئیس و زمیندار لوگ اور بانگت وغیرہ بھی اُس موقعہ پر گئے۔ اور وہ کنجر بھی آئے جن میں وہ مائی نور بھری تھی جو فقیر صاحب حضرت سلطان باھو قدس سرہ کی منظورِ نظر تھی جیسا آگے بھی مذکور ہو چکا ہے۔ ایک روز مہر عظمت نے اُن کنجروں سے نور بھری کو طلب کیا۔ کنجروں نے فقیر صاحب کا عذر پیش کیا۔ کہا کہ یہ فقیر صاحب کی منظورِ نظر ہے۔ آپ اِس خیال کو دُور کرو۔ ورنہ آپ کے واسطے اچھا نہ ہوگا۔ لیکن مہر صاحب نے ان کا کوئی عذر نہ مانا۔ مائی نور بھری کو جبراً اُٹھا کر لے گیا۔ وہ بیچاری روتی تھی۔ اور وہ مخول کرتا جاتا تھا۔ جب ایک جگہ تنہا ہوئے۔ اور نفسی خواہش کو اُٹھا۔ تو اُس کو غیب سے ایک ایسی لات لگی۔ کہ وہ اُلٹا ہو کر پشت کے بل

گر پڑا۔ جب اسی طرح وہ تین مرتبہ گرا۔ تب اس نے مائی نور بھری کو رخصت کیا اور بہت عاجزی سے کہا۔ کہ یہ حال فقیر صاحب کو نہ کہنا۔ پس جب شادی کا موقعہ گذر گیا۔ اور وہ کنجر بھی اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ تو چند روز کے بعد مہر عظمت بھی کسی کام کو جھنگ میں گیا۔ اور اسکی عادت تھی۔ کہ جب جھنگ میں جاتا۔ تو ایک وقت ضروری فقیر صاحب کی خدمت میں آتا۔ لیکن فقیر صاحب کی شکایت بھی از حد کرتا تھا۔ جب اس روز فقیر صاحب کیخدمت میں آیا۔ تو آپ نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اور لوگوں سے بات چیت کرتے رہے۔ مہر عظمت نے کہا کہ حضرت کچھ تو ہماری طرف بھی دیکھو۔ تب آپ نے فرمایا کہ بھائی ہم تو نور بھری والے دن بھی تمہاری طرف دیکھ رہے تھے۔ مہر عظمت نے شرم کے مارے آنکھیں نیچے کر کے دل میں کہا کہ کینچنی کو منع تو کیا تھا۔ مگر اس نے وہ حال کہہ دیا ہوگا۔ آپ نے روشن ضمیری سے فرمایا۔ ارے وہ تو ہم کو کینچنی نے کہا۔ فلاں روز فلاں جگہ جو ایک عورت جلاہی تیرے پاس تھی۔ وہ ہم کو کس نے کہی تھی۔ پھر فرمایا۔ عظمت فلاں جنگل میں کوئی شیر بھی تم کو ملا تھا۔ اس نے عرض کی۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو بھی ہم نے بھگایا تھا کہ کبھی کبھی عظمت ہم کو یاد تو کرتا ہے۔ یعنی شکایت سے۔ پس مہر عظمت اسی وقت قدموں پر گر پڑا۔ اور اس بد عقیدہ سے تائب ہو کر آپ کا مرید ہوا۔ اور پھر مرتے دم تک اسی خیال فقیری حال میں رہا۔ اِتنے میں ایک سید صاحب نے کچھ اپنے قرض کی شکایت کی۔ جناب قطب الاقطاب نے فرمایا کہ رات کو سوتے وقت داڑھی پر کنگھی کیا کرو۔ ایک تو خداوند کریم قرض سے فارغ کر دیتا ہے۔ دوسرا جس قدر کنگھی سے بال گرتے ہیں۔ اتنے ہی گناہ خدا اس کے دور کر دیتا ہے۔ لیکن کنگھی اوّل بھووں پر کرے۔ کیونکہ ان کی پیدائش ہر سے پہلے ہے۔ پھر مونچھوں پر داڑھی پر کنگھی کرے۔ پھر فرمایا۔ عزیز من یہ مسائل لکھ لو۔ بندہ نے

لکھ لیئے۔ یہ فرما کر آپ اُٹھے اور مجلس برخاست ہوئی ۔

مجلس سیزدہم

۱۳

بتاریخ ۲۷ ماہ ذوالحجہ بروز دوشنبہ ظہر کے بعد مولوی غلام علی شاہ سید نواب شاہ و میاں غلام محمد وغیرہ مردمان مجلس میں حاضر تھے۔ ذکر مصیبت و صبر کا ہوا۔ جناب قطب الاقطاب نے فرمایا کہ جب بندہ محبت میں قدم رکھتا ہے اور عمل پر متوجہ ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کئی چیزوں سے اسکا امتحان لیتا اور آزماتا ہے اس کے مال میں نقصان ہونا اور روزی کا تنگ ہونا اور خلق میں بے قدر اور طعنہ زدہ ہونا اور اکثر بیماریوں کے سبب اُس کا حال متغیر ہونا پس جب وہ اپنی نیت اور محبت میں راست و سچا ہے۔ تو ان باتوں میں کسی بات کو بھی اپنے دل میں راہ نہیں دیتا۔ بلکہ اس کی محبت اور عبادت میں زیادہ مشغول ہوتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ اس میں میری آزمائش ہے۔ اگر صبر کروں تو صبر میں بلا کا نتیجہ آخر عطا ہے اور صبر کے بعد اللہ زیادہ خوش و شاد کرتا ہے۔ تب وہ تحمل کو کام میں لانا اور صبر اختیار کرتا ہے۔ پھر اس پر تکلیف کا اٹھانا آسان ہو جاتا ہے۔ بلکہ اُس مصیبت کے مقابلے میں اس کو عبادت کا بوجھ بھی سہل معلوم ہوتا ہے۔ عارف فرماتے ہیں صبر تین قسم پر ہے۔ اوّل صبر عام۔ عام صبر روکنا نفس کا ہے تمام نفسانی خواہشوں سے۔ دوم صبر خاص۔ خاص کا صبر پینا کڑوی چیزوں کا ہے بدوں ترش روئی کے یعنی مصیبت میں دل تنگ نہ ہونا۔ تیسرا صبر خاص الخاص کا وہ یہ ہے کہ محبوب کی مصیبت اور بلا سے لذت پانا اور مزا لیتا ہے۔ ایک فقیر نے کہا کہ محب نہیں ہوتا وہ شخص کہ جس نے اپنے محبوب کی مار پر صبر نہ کیا۔ ایک اور عارف فرماتے

ہیں کہ محب نہیں ہوتا وہ شخص کہ جس نے اپنے محبوب کی مار سے لذت نہ اٹھائی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضرت ایوبؑ کے صبر کی خبر دی ہے قولہ تعالیٰ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَیُّوْبَ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ یعنی ہم نے ایوبؑ کو صابر پایا بلا پر۔ وہ یہ تھا کہ ایک دن ایک کیڑا ان کے بدن مبارک سے گر پڑا۔ انہوں نے اس کو اٹھا کر پھر اپنے بدن میں رکھ دیا۔ روایت ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ الٰہی مجھے بارہ ہزار زبانیں دے۔ کہ ہر زبان سے تیرا ذکر کروں جناب باری نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ تب بارہ ہزار کیڑے اُن کے جسم میں پیدا ہوئے۔ وہ سب تسبیح حق میں مشغول رہتے تھے۔ اور بھی ایک دن ایوب علیہ السلام جب سخت مصیبت میں لاچار ہوئے، تو اُن کی بیوی نے کہا۔ کہ یہ دعا مانگو۔ جو یہ بلا آپ سے جاتی رہے۔ کیونکہ پیغمبروں کی دعا قبول ہوتی ہے آپ نے فرمایا۔ اے بیوی مجھے شرم آتی ہے۔ کہ میری صحت کا زمانہ بیماری سے زیادہ ہے۔ پس صابر ہونا اس کا نام ہے۔ کہ اور غرض تو کیا اپنی مصیبت کیلئے بھی دعا مانگنے کے طلبگار نہیں ہوتے۔ پھر فرمایا کہ ایک دن حضرت داؤد علیہ السلام زبور پڑھ رہے تھے۔ جب اس مقام پر پہنچے کہ ہم نے بلا کو واسطے اپنے دوستوں کے پیدا کیا ہے۔ وہ ایسے ہونگے کہ بلا کو آرزو سے طلب کرینگے پھر صبر میں زیادہ اجر پاوینگے۔ تب داؤد علیہ السلام نے بلا کی آرزو کی حکم ہوا کہ اے داؤد اگر تو اس نعمت کو چاہتا ہے تو بلا کے لئے تیار ہو جا۔ چنانچہ ایک دن بوقت دوپہر حضرت داؤد علیہ السلام زبور کا مطالعہ کر رہے تھے۔ ناگہاں ایک خوبصورت خوش رنگ پرندہ جو پہلے آپ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ آپ کے روبرو آکر بیٹھ گیا۔ آپ کو خیال آیا۔ کہ اگر اس کو واسطے سلیمان کے پکڑوں۔ تو وہ بہت خوش ہوگا۔ پس آپ مصلے سے اٹھ کر اس کے پکڑنے کو دوڑے۔ وہ اڑ کر زینہ پر جا بیٹھا۔ جب آپ اُس کے

قریب گئے تو وہ اُڑ کر کوٹھے پر جا بیٹھا۔ آپ بھی اُس کے پیچھے کوٹھے پر چڑھے تو اُوریا کی عورت اپنے کوٹھے پر برہنہ نہارہی تھی۔ جب اُس نے داؤد علیہ السلام کو دیکھا۔ تو اپنے سر کو ہلایا۔ اور بالوں نے اس کا تمام جسم ڈھانپ لیا۔ آپ دیکھتے ہی متحیر ہو گئے۔ خیال آیا کہ جس کے سر پر اس قدر لمبے بال ہیں۔ اس کی صورت تو از حد کمال ہوگی۔ اس وقت اس عورت کے عشق نے داؤد علیہ السلام کے دل میں جگہ پکڑ لی۔ آپ کا صبر و قرار خواب و آرام وغیرہ تمام جاتا رہا۔ بہت عرصہ اس مصیبت میں مبتلا رہے۔ آخر ایک دن آپ نے اُوریا کو کہیں لڑائی پر بھیجا۔ اُوریا وہاں جا کر شہید ہو گیا۔ اور آپ نے اس عورت سے نکاح کیا۔ ایک روز دو شخص جھگڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے۔ ایک نے عرض کی یا حضرت اس کے پاس ننانوے ۹۹ دُنبیاں ہیں۔ اور میرے پاس ایک دُنبی تھی اس نے زبردستی کر کے میری دُنبی چھین لی ہے۔ کہتا ہے کہ میری سَو پوری ہو جاویں۔ پس یہ اَمر روا ہے یا نہیں؟ آپ نے اس غاصب شخص کو فرمایا کہ تو نے اس غریب پر ظلم کیا ہے۔ اس کو دُنبی واپس کر دے۔ اتنے میں وہ غائب ہو گئے۔ اب آپ کے دل میں فکر پیدا ہوا۔ کہ یہ خطاب تو مجھے ہوا ہے کہ باوجود موجود ہونا ننانوے عورتوں کے میں نے اُوریا کی عورت سے نکاح کیا ہے۔ پس خوف زدہ ہو کر اپنے گھر کو تشریف لے گئے۔ تمام گھر اور بیٹیوں سے وداع کیا۔ اور جنگل میں جا کر سر سجدہ میں رکھا تو بائیس سال تک اس ایک ذلّت و لغزش کی وجہ سے روتے رہے۔ کہتے ہیں آپ اس قدر روئے کہ گوشت و پوست رخسار مبارک سے بہہ گیا تھا۔ اس وقت فرمان الٰہی ہوا کہ اے داؤد ہم تمہاری توبہ قبول کریں گے۔ بشرطیکہ تم اُوریا کو راضی کرو۔ آپ اُٹھ کر اس مکان پر گئے جہاں اُوریا مدفون تھا۔ آواز کی اے اُوریا تم مجھ سے راضی ہو۔

چونکہ وقت قبولیت توبہ کا آگیا تھا۔ حق تعالیٰ نے اوریا کو آپ پر مہربان کیا۔ اوریا نے کہا میں راضی ہوں۔ پھر حکم ہوا کہ تم اپنے جرم کا نام لے کر معافی چاہو۔ پھر آپ نے دوبارہ کہا۔ کہ اے اوریا میں نے تجھے میدانِ حرب میں اسواسطے بھیجا تھا کہ تو وہاں شہید ہو۔ اور میں تیری زوجہ سے نکاح کر لوں۔ اب بتا کیا تو مجھ سے راضی ہے یا نہیں؟ اوریا نے جواب دیا میں تم پر راضی ہوں پس اتنی مصیبت کے بعد پھر حق تعالیٰ نے آپ کو زیادہ خوش و شاد فرمایا ؎

راہِ وصالِ دوست سراسر بلا مت است آنکس قبول کرد ملامت سلامت است

پھر فرمایا کہ اسی طرح جب حضرت زکریا علیہ السلام پر بلا نازل ہوئی۔ تو ہزار دانتوں کا آرہ اس کے سر پر رکھوایا۔ اور اس سے اُن کے جسم کو چیرایا۔ آپ نے صابر ہو کر اُف تک نہ کیا۔ تب بارگاہِ الٰہی میں عالی مرتبہ کو پہنچے اور بھی جب ایک روز نوح علیہ السلام اپنی قوم میں وعظ فرما رہے تھے۔ تو کافروں نے اس قدر اینٹ اور پتھر برسائے کہ تمام بدن خون آلود ہوگیا۔ درد کی شدت سے آپ تاب نہ لا سکے۔ وہاں سے روانہ ہو کر اپنے مکان پر پہنچے۔ مناجات کی کہ یا الٰہی مجھے سخت تکلیف ہے۔ اسی وقت فرمان ہوا۔ کہ اے نوح میں نے دنیا میں تنگی و سختی اور بلا واسطے انبیاٗ و اولیاٗ کے پیدا کی ہے۔ اگر تم صبر کی طاقت نہیں رکھتے تو رسالت کی چادر اُتار دو۔ جب نوح علیہ السلام نے یہ عتاب سُنا تو دم نہ مارا۔ تسلیم کو گردن جھکالی۔ اس کے بعد جو رنج و تکلیف آپ کو پہنچتی۔ اس پر آپ صبر کرتے تھے۔ اسی طرح جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محبت کا کمال غلبہ ہوا۔ تو عرض کی کہ بارِ خدایا مجھے اپنا وصال جلد نصیب کر۔ فرمان ہوا کہ جبتک ہم تجھ کو بلا کی کسوٹی سے نہ آزما لینگے۔ تب تک تجھے محب نہ جانینگے پس آزمائش اسقدر ہوئی۔ کہ آپ چرخہ پر چڑھے۔ اور طرح طرح کے صدمے پہنچے حتی کہ اپنے

فرزند ارجمند کو اپنے ہاتھ سے ذبح کا قصد کیا۔ مگر ہر مصیبت و بلامیں راضی برضا رہے تب حق تعالیٰ نے آپ کی سُنّت کو قیامت تک جاری رکھا۔ علیٰ ہذالقیاس اسی طرح سب انبیاؑ و اولیا کا امتحان مصیبت اور بلا سے لیا گیا ہے۔ اور سب نے رنج اور مصیبت کو بخوشی تسلیم کیا۔ چنانچہ صحاح میں ہے۔ اَشَدُّ الْبَلَاءِ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ ثُمَّ عَلَى الْاَوْلِيَاءِ ثُمَّ عَلَى الْاَمْثَلِ فَالْاَمْثَلِ۔ یعنی حضرت نے فرمایا کہ سخت ترین بلا نبیوں پر ہوتی ہے۔ پھر ولیوں پر پھر مثل اُن کے مومنین وغیرہ پر۔ کتاب راحت المحبین میں ہے کہ جس وقت خدا عزّوجل نے خزانہ بلا پیدا کیا۔ اور جب فرشتوں نے اس خزانہ مصیبت کو دیکھا تو ہیبت سے ڈر گئے۔ سر سجدہ میں رکھ کر عرض کی۔ کہ الٰہی یہ خزانہ کن لوگوں کے واسطے ہے۔ فرمان ہوا اے فرشتو تم اس نعمت سے فارغ ہو۔ یہ نعمت ہم نے اپنے خلیفہ کے نصیب کی ہے یعنی حضرت آدم اور اُس کی اولاد کے واسطے ہے کہ میں اس بلا کو نازل کر کے اُن کا امتحان کرونگا جو میری محبت میں صادق ہوں گے۔ وہ اُس کو خود خوشی سے طلب کریں گے پھر اس بلا سے میری عطا کا مزہ پاویں گے۔ اور ہمیشہ کا بقا حاصل کرینگے۔

نقل ہے کہ ایک عاشق صادق ہر روز یہ دُعا مانگتا تھا کہ الٰہی میرا رزق سوائے بلا کے اور شے نہ کر۔ کسی نے کہا تم اس بات کو کیوں کہتے ہو۔ اُس نے کہا جو بلا دوست کی جانب سے ہے وہ بلا نہیں بلکہ ایک نعمت ہے جو دوست کیطرف سے دوست کو پہنچتی ہے۔ کیونکہ امتحان دوست کا بلا میں ہوتا ہے۔ اگر میں اسکی خواہش نہ کروں تو سلوک میں ثابت قدم نہ ہونگا۔ اور حضرت رابعہ بصری پر جس دن کوئی بلا نازل نہ ہوتی۔ تو نہایت غمگین ہو کر کہتی۔ کہ کیا سبب جو آج میری یاد نہ ہوئی اور جس روز کوئی بلا نازل ہوتی۔ تو آپ نہایت خوش ہوتیں۔ اور فرماتیں کہ دوست نے مجھے یاد کیا ہے۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں

کہ دعوٰے محبت اُسے کرنا چاہیئے۔ جو بلا دوست پر صبر کر سکے۔ بس اس راہ میں کل جفا و بلا ہے۔ اِسواسطے مرد کو چاہیئے۔ کہ بلا و جفا دوست پر ثابت قدم رہے۔ کیونکہ جو مریض بلا میں نہیں گھبراتا۔ وہ آخر لذت شفا کی پاتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ یعنی تحقیق اللہ دیگا صبر کرنے والوں کو اجر اُنکا بغیر حساب کے یعنی اسقدر اجر بیشمار ہے جو حساب میں نہ آسکے۔ دیکھو ہر ایک مزدور کی مزدوری حساب سے ہے اور صبر کرنیوالوں کا اجر بغیر حساب کے بیشمار ہے اور بے صبر جھوٹے دعویدار کے حق میں تو پروردگار اس طرح فرماتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی قولہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ لَّمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَلَمْ یَرْضِ بِقَضَائِیْ فَلْیَخْرُجْ مِنْ تَحْتِ سَمَائِیْ وَالْیَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِیْ ط یعنی جو شخص صبر نہ کرے میری بلا پر اور شکر نہ کرے میری نعمت پر اور راضی نہ ہو میری قضا سے تو چاہیئے کہ وہ نکل جائے میرے آسمان کے نیچے سے اور چاہیئے کہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کرے نعوذ باللہ من ذالک ایک شخص نے کسی بزرگ سے پوچھا۔ کہ صبر کا درجہ زیادہ ہے یا شکر کا۔ بزرگ نے فرمایا شکر سے صبر کا اجر زیادہ ہے کیونکہ شکر اللہ کی نعمت پر ہوتا ہے اور صبر اُس کی مصیبت پر ہوتا ہے مصیبت کا بار اٹھانا عالی ہمت کا کام ہے۔ اسواسطے خداوند کریم کو صابر کی ہمت زیادہ پسند ہے یا پروردگار ہم عاجز لاچار تیرے فضل کے اُمیدوار ہیں۔ کیونکہ تیری مصیبت کا بار نہایت دشوار ہے۔ سوائے تیری امداد کے کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ جیسا کہ تو نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو فرمایا ہے وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط یعنی اے میرے حبیب صبر تجھ سے ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے پس ہماری بھی اس میں تجھ سے امداد کی مراد ہے۔ ایک دن جناب قبلہ و کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ نے صبر اور توکل کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی تھی کہ حضرت سلطان باھو ان

قدس سرہٗ ایسے صابر اور متوکل تھے کہ کبھی کسی اپنی بیماری کا علاج و دوا نہ کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ آپ پر کوئی سخت بیماری واقع ہوئی۔ آپ قدیمی عادت کے موافق دوا نہ کرتے تھے۔ ایک دانا شخص جس کا نام دعاگو کو یاد نہیں رہا اُس نے آکر فقیر صاحب سے عرض کی۔ کہ حضرت جس گھر میں آدمی بستا ہو۔ اُس گھر کی مرمت وغیرہ اس پر واجب ہے یا نہیں؟ آپ اس کی بات کو سمجھ گئے۔ فرمایا کہ بھائی مالک گھر پر اس کی حفاظت واجب ہے جس نے عارضی طور کرایہ پر لیا ہو۔ وہ کیا کرے۔ سبحان اللہ صابر لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ تمام کام خدا کو سونپ دیتے ہیں۔ تو جناب باری اُن کے حق میں فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ یعنی تحقیق اللہ تعالےٰ ساتھ صابروں کے ہے۔ اتنے میں ایک شخص کے کرتہ کو معہ زنجیری چاندی کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ چاندی وسونے کا زیور مرد کو پہننا شرع میں حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی صرف انگوٹھی چاندی کی پہنے تو جائز ہے۔ اور بھی اگر کچھ قدر سے سونا اس انگوٹھی پر لگا ہو، جائز ہے بشرطیکہ سونے پر چاندی غالب یعنی زیادہ ہو۔ اور بھی اسی طرح اگر ریشم لنگی میں ریشم سے سوت زیادہ ہو تو بھی جائز ہے۔ یہ فرما کر آپ واسطے نماز عصر کے اُٹھے۔ اور مجلس برخاست ہوئی ؛

مجلس چہاردہم [۱۴]

بتاریخ ۲۹ رماہ ذوالحجہ بروز چہار شنبہ ظہر کے بعد یہ بندہ جناب قطب اللہ قطاب کی مجلس میں حاضر تھا۔ ذکر توبہ کا ہوا۔ فرمایا توبہ کے سوا نفس گمراہ ہے اس واسطے

سالک پر ہمیشہ توبہ کرنی روا ہے۔ توبہ کا معنے غیر سے ترک کرنا اور خدا کی طرف راغب ہونا ہے۔ پس سالک کو دس کام سے توبہ مدام چاہیئے۔ اوّل جہل اور نادانی سے نکلنا۔ دوم ان کاموں سے ڈرنا جن پر اللہ کا غصہ ہو۔ سوم دور ہونا ہر صغیرہ و کبیرہ گناہ سے۔ چہارم چھوڑنا شہوات و لذّات کا بہ جہنم نفسِ امّارہ کے مکر سے بچنا اور اس کے برعکس چلنا۔ ششم ظلم سے آپ کو بچانا۔ ہفتم غفلت کو ترک کرنا یعنی خدا عزوجل کے احکام سے غافل نہ ہونا اور خدا تعالے کو خود سے غافل نہ سمجھنا جیسا حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ط یعنی نہیں ہے اللہ غافل اس چیز سے جس کو تم کر رہے ہو۔ ہشتم پرہیز کرنا اور دور ہونا صحبتِ بد سے کیونکہ یارِ بد بدتر ہے کارِ بد سے۔ نہم کم کھانا مگر وہ بھی وجہ حلال سے ہو شبہ سے دور ہو۔ دہم تمام ماسوا اللہ حرام کر کے وصلِ الٰہی کا طالب ہونا پس جس شخص نے ان دسوں کاموں پر عمل کیا اور قائم رہا اُسکی توبہ صحیح ہے۔ اور توبہ صحیح تین باتوں سے ہو سکتی ہے۔ اوّل خوف۔ دوم رجا۔ سوم محبت۔ اوّل خوف کے سبب بندہ ترک گناہ کرتا ہے۔ تاکہ آتشِ دوزخ سے رہائی ملے۔ اور رجا سے طاعت کی کوشش کرتا ہے تاکہ بہشت حاصل ہو۔ اور محبت سے رضائے حق حاصل کرتا ہے تاکہ وصلِ خدا ہو۔ اور محب ہی وہ ہے جو کسی چیز کو دوست نہ رکھے سوائے ذکرِ حق کے۔ پھر فرمایا کہ خاص توبہ سالک کی تین چیزوں سے ہے۔ اوّل ترکِ دنیا دوم ترکِ عقبیٰ۔ سوم ترکِ خود۔ پھر یہ بیت پڑھا ؎

کس نہ کردہ ترک سہ عارف نہ شد ★ ترکِ دُنیا ترکِ عقبیٰ ترکِ خود

پس توبہ ایسی چیز خدا کو عزیز ہے کہ جب بندہ گنہگار خدا سے ڈر کر اس کی بارگاہ میں توبہ کا عرض کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اس کے جواب میں اس طرح فرماتا ہے چنانچہ حدیث صحاح میں ہے۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

اللہ علیہ وسلم مَا مِنْ صَوْتٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ صَوْتِ عَبْدٍ مُّذْنِبٍ تَائِبٍ اِذَا قَالَ یَا رَبِّ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ فَوْقِ عَرْشِہٖ لَبَّیْکَ اَنْتَ عَبْدِیْ عَنْ بَعْضِ مَلٰٓئِکَتِیْ اَنَا عَنْ یَمِیْنِکَ وَعَنْ شِمَالِکَ وَمِنْ فَوْقِکَ وَمِنْ تَحْتِکَ سَلْ تُعْطَ اَنَا اَشْہَدُ لَکُمْ مَلٰٓئِکَتِیْ اِنِّیْ غَفَرْتُ لَہٗ یعنی نہیں ہے کوئی آواز دوست تر خدا کے نزدیک بندے گنہگار توبہ کرنے والے کی آواز سے جبکہ توبہ کی نیّت سے کہتا ہے کہ اے میرے اللہ۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے اُوپر سے فرماتا ہے لَبَّیْکَ اَنْتَ عَبْدِیْ یعنی میں کھڑا ہوں تیرے جواب کے واسطے اے میرے بندے تو مانند فرشتوں کے ہے میں تیرا نگہبان ہوں دائیں تیرے اور بائیں تیرے اُوپر تیرے اور نیچے تیرے مانگ میں تجھ کو دوں۔ پھر فرماتا ہے اے میرے فرشتو میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ بیشک میں نے اس کو بخش دیا ہے اور بھی جیسا اپنے قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو یعنی پاک رہنا توبہ کے بعد پرہیزگاری ہے اور ایسا کوئی بشر نہیں ہے جو بغیر توبہ کے پرہیزگار ہوا ہو۔ حدیث میں ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے قلب پر بھی بادل چھا جاتا ہے۔ سو میں اللہ سے دن بھر میں بہت استغفار کرتا ہوں۔ دیگر حدیث میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کی طرف سے ہر روز سو دفعہ توبہ کرتا ہوں سو اے عزیز جب ہمارے حضرتؐ پاکدامن اس قدر توبہ و استغفار کرتے۔ تو ہم کو تو بہت ہی زیادہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہمارا النفس امّارہ سرکش ہے۔ بے صبری۔ غفلت اور سرکشی وغیرہ یہ سب نفس کی بدخوئی سے ہیں۔ جب نفس توبہ نصوح سے پاک ہوا۔ تو پھر اس کی سب بدخوئی وغیرہ زائل ہو جاتی ہے۔ اور توبہ نصوح نفس کو ملائم کرتی ہے

غصہ اور غرور کی آتش بھی بجھ جاتی ہے۔ تب محبت خدا کی اس پر غالب آتی ہے
جس کے ذریعہ اہل حال ہو کر مستحق وصال کا ہوتا ہے۔ اسواسطے اللہ جل شانہ فرماتا ہے
قولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا یعنی اے ایمان والو
توبہ کرو طرف اللہ تعالیٰ کی توبہ نصوح یعنی خالص پس توبہ نصوح کا یہ معنی ہے
کہ جس بات سے آدمی توبہ کرے تو اس سے ایسی پرہیز کرے کہ پھر کبھی اسکے نزدیک
نہ جائے اس میں خوف ہے کہ شاید پھر اس کے حظ میں پڑ جائے۔ فوائد السالکین
میں نقل ہے کہ خواجہ حمید الدین علیہ الرحمت نے جب پیر کے ہاتھ سے توبہ کی۔
اور مجاہدہ و تنہائی کو اختیار کیا۔ تو ان کے پرانے یاروں نے چاہا۔ کہ آپ پھر اسی
محبت اور پیار میں مشغول ہوں۔ آپ نے اُن کو غصہ ہو کر فرمایا کہ میرے پاس سے
چلے جاؤ اور بیہودہ بکواس مت بکو۔ اب میں نے آزار بند کو اسقدر مضبوط باندھا
ہے کہ حشر کو حوروں پر بھی نہ کھولونگا۔ پس قبولیت توبہ کی یہی علامت ہے کہ جس
بات سے توبہ ہو تو پھر اس کی طرف کبھی دل نہ بھٹکے۔ چنانچہ ایک دن جناب قبلہ و
کعبہ ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ نے فرمایا۔ کہ غلام عیسےٰ نام ملازم
سرکاری قانونگو ہمارے خاندان کا مرید تھا۔ ایک روز مجھ سے کہا کہ رشوت کی بابت
بارگاہ الٰہی میں میری توبہ قبول ہوگئی ہے۔ میں نے کہا۔ کیا تیرے پاس کوئی فرشتہ
آیا ہے۔ تم نے کیونکر جانا کہ میری توبہ قبول ہے۔ اس نے کہا میں اسواسطے کہتا ہوں کہ
آگے ایک روپیہ تک بھی لینے کی خواہش ہوتی تھی۔ توبہ کے بعد اب دو سو روپیہ
تک تو نوبت پہنچ چکی ہے۔ دل ہرگز ان کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے
دیکھنے سے بھی دل نے کراہت کی ہے۔ اسواسطے معلوم ہوا کہ اس پرقصور کی توبہ
منظور ہوگئی ہے۔ پھر میں نے بھی کہا۔ کہ پس توبہ منظور کا یہی دستور ہے۔ اب
تو خدا کا شکر ادا کر۔ اتنے میں ایک مرید شخص کچھ مٹھائی فتوح لایا۔ آپ نے فرمایا

اے عزیز من اس کو مجلس میں بانٹ دو۔ یہ بندہ حسب الارشاد عمل میں لایا۔ یہ فرماکر آپ نماز کو اٹھے۔ اور مجلس برخاست ہوئی ؎

مجلس پانزدہم

بتاریخ یکم ماہ محرم ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۰ ماہ اگست ۱۹۶۶ء بروز جمعہ ظہر کے بعد یہ بندہ جناب قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر تھا۔ ذکر دنیا و اہل دنیا کا ہوا۔ فرمایا انسان کو واجب ہے کہ محدث چیز میں مشغول نہ ہو۔ قدیم کا طالب ہو۔ دنیا و آخرت محدث ہیں۔ خداوند کریم ان کو وجود میں لایا۔ وجود کو فنا ہے اور خدا کی ذات قدیم جو ہمیشہ موجود اور بقا ہے۔ عاقل کو لائق ہے کہ قدیم اختیار کرے اور محدث کو چھوڑ دے۔ وہ شخص عاقل نہیں ہے جو نعمت میں مشغول ہو اور نعمت کے دینے والے سے غافل ہو۔ وہ بیجا دوزخ کا ایندھن ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے خدا عزوجل اپنے پیغمبروں کو منع فرماتا ہے۔ کہ ان کے ساتھ صحبت نہ رکھو۔ اسواسطے کہ وہ ہمیشہ سست ہیں نعمت میں مشغول ہوئے اور نعمت دینے والے کو بھول گئے۔ پس اہل دنیا جو کار پروردگار میں سست اور دنیا میں چست ہیں۔ ان کی صحبت سے بھی دور رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی صحبت دنیا میں شاغل اور خدا سے غافل کرتی ہے۔ اے عزیز دنیا خدا کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔ خواجہ عیاض بن فضیل فرماتے ہیں۔ کہ روز قیامت دنیا خوب آراستہ ہو کر عرض کریگی۔ کہ پروردگار آج مجھ پر رحمت کی نظر کر۔ بارگاہ الٰہی سے جواب آئیگا کہ اے دنیا نہ میں تجھے پسند کرتا ہوں اور نہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہوں جو تجھے دوست رکھتے ہیں۔ بلکہ تیرے دوستوں اور تیرے واسطے مقام دوزخ تیار ہے۔ پس آدمی کو چاہئے کہ اس دنیا مردار کو ہرگز اختیار نہ کرے

ورنہ کل قیامت کو اس کے ساتھ دوزخ میں جانا ہوگا۔ راحت القلوب میں ہے کہ جس روز سے اللہ تعالیٰ نے دُنیا کو پیدا کیا۔ اُس دن سے آجتک اسکی طرف نظرِ رحمت سے نہیں دیکھا۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں۔ کہ مومنوں کو دو چیزوں سے ڈرنا چاہیئے۔ ایک درازیٔ عمل یعنی ریاکاری۔ دوسرا متابعت دنیا و اہل دنیا جس سے ہوائے نفس پیدا ہوتی ہے اور ہوائے نفس اللہ تعالیٰ سے دُور کرتی ہے اور درازیٔ عمل فراموش کرنے والی آخرت کی ہے۔ اور محبت دنیا موت و قیامت کو بھلا دیتی ہے جس سبب سے بندہ خدا سے غافل پھرتا ہے پس جس شخص کی محبت سے دنیا پر نظر پڑتی ہے وہ طالب جیفہ ہے جیسا حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ یعنی دنیا مُردار ہے۔ اور طالب اس کا کتا ہے اور دُنیا خوار یہاں تک تو مردار ہے جیسا کہ پیر مخدوم جہانیاں علیہ الرحمت فرماتے ہیں۔ جامع الفتاوےٰ میں ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن شریف طمع دنیا کے واسطے پڑھے۔ تو سُننا واجب نہیں ہے۔ پس دنیا کا فعل بھی تمام حرام ہے۔ چنانچہ حدیث صحاح میں ہے اَلدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا مَلْعُوْنٌ اِلَّا ذِکْرَ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی حضرت نے فرمایا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے ملعون ہے مگر ذکر اللہ تعالیٰ کا یعنی دُنیادار جو ذکرِ پروردگار سے غافل ہے اور دُنیا کی حرص و ہوا اور اُس کی عیش و عشرت میں غرق ہیں وہ ملعون ہیں اور جو لوگ دنیا کو ناچیز اور خدا کو عزیز جانتے ہیں اور اللہ کی عبادت و ذکر میں مشغول ہیں۔ وہ مردِ خدا ہیں۔ چنانچہ حدیث طَالِبُ الدُّنْیَا مُخَنَّثٌ وَطَالِبُ الْعُقْبٰی مُؤَنَّثٌ وَطَالِبُ الْمَوْلٰی مُذَکَّرٌ یعنی طالب دنیا کا مخنث ہے اور طالب بہشت کا عورت ہے اور طالب مولا کا مرد ہے۔ گو مخنث سے عورت اچھی ہے۔ مگر ہر دو سے مرد اعلیٰ تر ہے اگرچہ مردِ خدا بھی اس دُنیا میں رہتے ہیں اور اسی کو دیکھتے ہیں لیکن وہ اس میں دل نہیں لگاتے۔ اور نہ ہی اسکو دل سے دیکھتے ہیں۔ جیسا جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

نے نہ دل لگایا اور نہ اس کو دل سے دیکھتے ہیں۔ جیسا جناب سرورِ کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم نے معراج کی رات میں تمام عالم کی سیر کی۔ مگر سوائے ذکر اللہ تعالیٰ کے
دل کسی چیز سے نہ لگایا۔ اور نہ کسی طرف دیکھا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں
خبر دیتا ہے۔ قولہ تعالیٰ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی نہ بہکی آنکھ اور نہ مائل ہوئی
کسی چیز پر پس اسی طرح سالک باللہ بھی اس دنیا کو دل کی آنکھ سے نہیں دیکھتے
اور نہ اس طرف مائل ہوتے ہیں کیونکہ یہ دنیا و مال اور اولاد کو اپنا نہیں سمجھتے۔ یہ
سب آزمائش جانتے ہیں۔ جیسا جناب باری فرماتا ہے اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ
یعنی تمہارے مال و اولاد تمہارے لئے آزمائش ہے۔ آزمائش یہ کہ تم اُن کی محبت میں
غرق رہتے ہو یا ان سے دل نکال کر میری طرف راغب ہوتے ہو پس محبت خدا
کے سوا مال و اولاد وغیرہ سب دنیا ہے۔ اور نفس و شیطان اسکے دوست ہیں نفس دُنیا
میں راغب کرتا ہے۔ جس سے فخر و غرور پیدا ہوتا ہے۔ اور شیطان نیکی سے ہٹاتا اور بدی
میں پھنساتا ہے پس جو شخص لذتِ نفسانی حرکت شیطانی میں پڑتا ہے۔ اور حیوانوں
کی طرح شکم پری کرتا ہے۔ وہ معصیت و گناہ میں غرق رہتا ہے۔ پس چاہیئے کہ بندہ دُنیا
کے فخر و غرور سے دُور ہو اور اس کی محبت سے آزاد ہو کر فقیری و غریبی میں شاد رہے
اسی واسطے تو ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیشہ خدا سے یہ دعا مانگتے تھے حدیث
اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنَ یعنی اے بارِ
خدایا تو زندہ رکھ مجھ کو مسکین اور مار مسکین اور اٹھا نا مجھ کو زمرہ مسکینوں میں سے۔ اے عزیز
فقیری و غریبی خداوند کریم کو تو یہاں تک پسند ہے۔ کہ فقرا کو غنا سے پہلے جنت
میں داخل کرے گا۔ چنانچہ حدیث صحاح میں ہے فُقَرَاءُکُمْ قَبْلَ اَغْنِیَائِکُمْ
بِنِصْفِ یَوْمٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
غریب لوگ تو انگروں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو

یعنی وہ دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سلیمان پیغمبر
اور حضرت یوسف علیہ السلام شغل دنیا کے سبب سے دوسرے پیغمبروں سے چالیس
سال پیچھے داخل بہشت ہونگے۔ پس دنیا کی بوث ایسی منحوس ہے کہ جس کے
نتور سے تو پیغمبروں کو بھی بہشت دور معلوم ہوا۔ غرض خدا کے نزدیک دنیا کے
دوں کا کوئی قدر نہیں ہے بلکہ دنیا کا دوست خدا کا دشمن ہے اور دنیا کا دشمن خدا
کا دوست ہے اور خدا کے دوستوں کی دنیا خادم ہے۔ جیسا حدیث شریف میں
حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میری متابعت کرتا ہے تو تمام دنیا اسکی خدمت کرتی
ہے۔ دوسری حدیث قدسی میں جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے دنیا تو خدمت کر
اس شخص کی جو میری خدمت کرتا ہے۔ اور جو شخص میرے سے غیر کی التجا کرتا ہے۔ تو
اس سے خدمت لے۔ اے عزیز تم دیکھتے ہو کہ طالب دنیا اس دنیا مردار کی محبت
کے سبب کیسا دن رات غیر کی التجائیں خوار و خراب پھرتے ہیں۔ اور جو طالب خدا
اس کی محبت سے جدا ہیں تو مخلوق دنیا ان کی کس طرح خدمت کرتی ہے اور قیامت
تک کرتی جائے گی۔ اور یہ دنیا تو سراسر رنج و مصیبت اور غم وغیرہ کی کان ہے
کوئی بشر بھی اس کے غم و فکر اندیشے سے خالی نہیں ہے۔ بلکہ زیادہ تر دنیا دار تو
یہاں بھی زیادہ خوار ہیں۔ لیکن اس کی محبت کے نشے میں مست ہیں۔ اسواسطے اس
کی خواری و خرابی ان کو زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ فقیر لوگ خدا یاد اس کے فکر
اندیشے سے آزاد ہیں۔ وہ ہر اوقات دن رات خدا کی یاد میں شاد ہیں پس چاہیئے
کہ بندہ فقیری و غریبی کو اختیار کرے۔ دنیا و اہل دنیا کی محبت کو چھوڑے۔ اسکے
فخر و غرور حرص و ہوا سے منہ موڑے۔ کیونکہ نہ کچھ مقسوم سے زیادہ آتا ہے اور
نہ نصیب قضائی پاتا ہے۔ ع رزق چو مقدر است مخور چندیں غم
اور بعض متوکل درویش وہ ہیں۔ کہ خدا سے بھی کچھ نہیں مانگتے کیونکہ وہ اس بات

کو جانتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ
رِزْقُھَا یعنی نہیں ہے کوئی چلنے والا و حرکت کرنے والا زمین میں مگر اللہ پر ہے
روزی اُس کی اُس میں صرف کھانا پینا ہی مُراد نہیں ہے۔ جو کچھ خدا سے پہنچتا ہے
اُس کو روزی کہتے ہیں۔ پس تمام کام خدا کو سونپ دے اور اس پر توکل کرے
جیسا حدیث شریف میں ہے لَوْ اَنَّکُمْ تَتَوَکَّلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ حَقَّ تَوَکُّلِہٖ لَرَزَقَکُمْ کَمَا
تَرْزُقُ الطَّیْرَ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا ۔ یعنی ترمذی میں حضرت عمر فاروق
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر تم توکل کرو اللہ پر جیسا کہ حق ہے
اس پر توکل کرنے کا تو البتہ وہ تم کو رزق دے گا۔ جیسا کہ پرندوں کو دیا جاتا ہے کہ
صبح کو پیٹ خالی جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے آتے ہیں۔ **نقل** ہے کہ چند
لوگوں نے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمت سے پوچھا کہ آپ خدا سے کیوں کوئی
چیز طلب نہیں کرتے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب خدا تعالیٰ بغیر طلب عنایت کرتا ہے
تو پھر مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ نے مانگا۔ تو انکار ہوا۔
ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ چاہا۔ تو کون ومکان ان کو طاعت میں
دیئے گئے۔ اور **نقل** ہے کہ خواجہ عبداللہ سہل تستری علیہ الرحمت نے جب
ترک دنیا کا کیا۔ تو مردمان خانہ اور دیگر لوگوں نے طعنے دینے شروع کئے کہ آپ نے
تو خرچ ضروری کے واسطے بھی کچھ نہ رکھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے اسرار العارفین
میں لکھا دیکھا ہے۔ شیخ معاذ رازی علیہ الرحمت فرماتے ہیں کہ جب حکمت آسمان سے
اُتری تو اس نے دلوں کی طرف نگاہ کی جس دل کو ان چار چیزوں سے خالی پایا۔ تو
اس نے اس میں قرار پکڑا۔ اوّل وہ دل جس کے اندر حرص دنیا نہ تھی۔ دوسرا وہ دل
جس کے اندر یہ اندیشہ نہ تھا کہ کل کو کیا کرونگا۔ تیسرا دل وہ کہ جس کے اندر کچھ
دوستی اپنے مرتبہ و جاہ کی نہ تھی۔ چوتھا وہ دل کہ جس کے اندر ذرہ برابر بھی

مومنوں سے حسد کینہ نہ تھا۔ اگر ان چاروں میں سے ایک خصلت کی بھی کمی معلوم ہوئی۔ تو اس نے فوراً اس دل سے کنارہ کیا۔ **نقل ہے** کہ شیخ جمال الدین لہوی علیہ الرحمت کوئی چیز بھی موجود نہ رکھتے۔ جو کچھ پہنچتا خرچ کر ڈالتے تھے۔ ایک دن آپ کے گھر میں فاقہ گزرا۔ یہانتک کہ رات آگئی۔ بچے بھوک سے پریشان ہوئے اہل خانہ نے کہا۔ کہ ان چھوٹے بچوں کا کیا حال ہوگا۔ یہ تو بھوک کے مارے ہلاک ہوجاوینگے۔ آپ نے فرمایا۔ دروازہ کھولو۔ اس نے کہا کہ نوبت بج گئی۔ اور پھر رات گزر چکی ہے۔ میں کہاں جاؤں۔ شیخ نے فرمایا۔ جاؤ تو سہی۔ جب گئیں تو دیکھا۔ کہ چند عورتیں کھانا خوان میں لائیں ہیں۔ وہ اندر آئیں اور کہا کہ ہم نے شیخ کیواسطے نذر کی تھی جبکہ ہماری حاجت روا ہوگئی ہے ہم یہ نذر لائیں ہیں۔ شیخ نے فرمایا بچوں کو بیدار کرو تا کہ وہ کھالیں۔ خدا عزوجل کسی کو بھوکا نہیں چھوڑتا جب اس کا وقت آجاتا ہے تو اسکے لئے وہ چیز موجود ہوجاتی ہے۔ جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ یعنی تم کہدو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہرگز نہ پہنچیگا ہم کو مگر وہی چیز جس کو اللہ نے ہمارے واسطے لکھا ہے۔ وہی ہمارا مولا ہے۔ اور اللہ ہی پر چاہئے بھروسہ کریں مومن اور بھی جیسا کسی نے کہا ہے ؎

اَلرِّزْقُ مَقْسُوْمٌ فَلَا تَرْحَلْ لَّهٗ وَالْمَوْتُ مَحْتُوْمٌ فَلَا تَحْتَلْ لَهٗ
اَلرِّزْقُ يَاْتِيْنَا وَاِنْ لَّمْ نَاْتِهٖ وَيُصِيْبُنَا الْمَقْدُوْرُ فِيْ مِيْقَاتِهٖ

یعنی رزق قسمت کیا ہوا ہے پس تو واسطے اسکے سفر نہ کر اور موت یقینی ہے پس تو اس کے ساتھ حیلہ مت کر اور رزق ہمارے پاس آئیگا۔ اگرچہ ہم اس کے پاس نہ جائیں اور پہنچیگا ہم کو مقدور اپنے وقت مقررہ پر پس اسی واسطے عارف فرماتے ہیں۔ کہ سالک متوکل ہو۔ ذخیرہ کرنا اس کو جائز نہیں ہے۔ مگر واسطے خرچ عیال

کے یا واسطے ادائے قرض کیے ورنہ ذخیرہ کرنے کے باب میں وعید قرآنی ہے
جیسا کہ حق سبحانہٗ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی
بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا
مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ۔ یعنی جو لوگ کہ خزانہ کرتے ہیں سونے اور چاندی کو اور خرچ
نہیں کرتے اس کو اللہ کی راہ میں پس ہے تو خوشخبری دے انکو ساتھ عذاب دردناک کے
کہ جب دن قیامت کا ہوگا۔ تو اس خزانہ کو دوزخ کی آگ میں تپاوینگے پھر اس سے
انکی پیشانی داغیں گے ۔ تو وہ اسکی گردن کے نیچے سے نکل جائیگا پھر ان کے پہلو پر
رکھینگے ۔ تو وہ دوسرے پہلو سے نکل جائیگا۔ اور اس کی پیٹھ پر رکھیں گے تو وہ اسکے
سینہ و شکم کی طرف سے نکل جائے گا۔ تب فرشتے کہیں گے کہ یہ تمہارا خزانہ ہے
جس کو تم نے اپنی جانوں کے واسطے جمع کیا تھا۔ اس نے اب تم کو یہ فائدہ دیا ہے ۔
پھر فرمایا کہ اس حال کے موافق ایک دن میرے ہادی راہنما حضرت چراغ علی شاہ
رحمہ اللہ برکاتہٗ نے یہ حکایت بیان فرمائی ۔ ایک عزیز شخص جو بہت نیک بخت آدمی تھا
اس نے کہا کہ میں نے جو اس دنیا مردار کا حال آنکھوں سے دیکھا ہے وہ بیان کرتا
ہوں ۔ کہ جنگل میں ہمارا ایک کنواں تھا ۔ جس پر ہماری سکونت تھی ۔ ایک اندھا شخص
گداگر بھی وہاں اس طرح رہا کرتا ۔ کہ چند روز گداگری نے کہیں چلا جاتا اور پھر آجاتا ۔ ایک روز
میں نے اس کو دیکھا کہ متصل چاہ کے جنگل میں ایک جال کے نیچے کچھ گاڑھ رہا ہے جب
وہ چلا گیا ۔ تو میں نے جاکر اسجگہ کو کھودا ۔ تو دیکھا کہ مٹی کے برتن میں قریب دوسو روپیہ
کے دفن تھا ۔ میں نے وہ روپیہ نکال لیا ۔ جب وہ اندھا آیا ۔ اور اس جال کی
طرف چلا ۔ تو میں بھی اس کے پیچھے آہستہ آہستہ چلا ۔ جب اندھے
نے وہ جگہ کھودی ۔ تو اس نے کچھ نہ پایا ۔ اچانک وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا ۔

اور سکتہ کی طرح بے دم ہو گیا۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ تو مرتا ہے۔ اور قیامت
میں اس کا مجھ سے مواخذہ ہو گا۔ تو میں نے دوڑ کر کہا کہ اے اندھے تم کو کیا
ہوا؟ مگر وہ کچھ نہ بولا۔ پھر میں نے کہا۔ کہ فکر نہیں۔ وہ روپیہ تو میرے پاس ہے۔
آخر میں نے اس کو اُٹھایا۔ اور وہ روپیہ گھر سے لاکر اُس کو دیا۔ جب اُس نے
ان روپوں کو ٹٹولا۔ مگر وہ پھر بھی حیران و پریشان بیٹھا رہا۔ میں نے کہا۔ اب
کیا ہے۔ وہ بولا۔ کہ اے شخص میں نے تم کو ایماندار پایا ہے یہ روپیہ میں تم کو
بطور امانت دیتا ہوں۔ تو اسکو اپنے پاس رکھ لے۔ میں نے وہ روپے رکھ لئے۔
ایک دن میں نے اس سے کہا۔ کہ میاں بندہ کو موت فوت ہے۔ اگر تو خدانخواستہ
مرجائے تو اس روپیہ کو کیا کیا جائے۔ اس نے کہا۔ کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اگر
میں مرجاؤں۔ تو یہ روپیہ میری قبر میں رکھ دینا۔ القصہ وہ شخص کچھ عرصہ کے بعد
وہاں ہی فوت ہوا۔ جب اس کو دفن کرنے لگے تو میں نے وہ روپیہ معہ برتن اس
کے پاس لحد میں رکھ دیا۔ جب اس کو دفن کر کے ہم شام کو گھر آئے تو وہ روپیہ
میرے بھائی کو بھی معلوم تھا۔ اس نے کہا کہ وہ اندھے کا روپیہ کہاں ہے۔ میں نے کہا
حسب وصیت اس کی میں نے وہ روپیہ اسکی قبر میں رکھ دیا ہے۔ میرا بھائی مجھ کو بہت
غصہ ہوا کہ ان کو اندھا وہاں کیا کریگا۔ یہ دنیا تو زندہ لوگوں کیواسطے ہے میرے ساتھ
چلو۔ وہ روپیہ نکال لاویں۔ آخر وہ مجھ کو مجبور کر کے لے گیا۔ قبر کھودی چراغ جلایا جب
دیکھا۔ تو وہ برتن خالی اُلٹا ہوا پڑا ہے۔ ہم نے حیران ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ تو کچھ نہ پایا
میرے بھائی نے کفن کا چاک اٹھایا۔ تو ایک روپیہ اس کے بدن پر معلوم ہوا پھر سب
کفن اس کا ادھر ادھر کر کے دیکھا تو وہ تمام روپیہ اس کے بدن پر میخوں کی طرح
جڑا ہوا ہے۔ اور رنگ ان کا مانند آگ کی سرخ ہے۔ جب ایک روپیہ کو پکڑتا
تو تمام میت ہلتی۔ مگر وہ روپیہ اس کے بدن سے جدا نہ ہوتا۔ میں نے بھائی کو

کہا۔ کہ دیکھ ان روپیوں نے اس کا یہ حال کیا ہے۔ اگر ہم لیتے۔ تو ہمارا بھی یہی حال ہوتا۔ اُس وقت ہم کو اسقدر خوف آیا۔ کہ تمام بدن سے پسینہ اُترا۔ اور ہم خائف ہوتے ہوئے گھر پہنچے۔ اور دس بارہ روپیہ کا کھانا تیار کر کے خدا واسطے بانٹ دیا۔ پھر فرمایا اے عزیز من! یہ دنیا خراب اس طرح عذاب میں ڈالتی ہے۔ نعوذ باللہ اس کے بعد مجلس کے آدمیوں میں سے ایک شخص کو کچھ زناہ کی ملامت ہوئی۔ جناب قطب الاقطاب نے فرمایا کہ زناہ کل گناہوں سے کبیرہ گناہ ہے۔ حدیث شریف میں حضرت نے فرمایا۔ اَلزِّنَاءُ یُخْرِجُ الْبِنَاءِ یعنی زنا اکھاڑنے والا بنا کا ہے پھر فرمایا فقہ میں ہے کہ زناہ ستر برس کی نیکیاں دُور کرتا ہے اور زنا کا وبال چالیس گھر ہمسایہ پر پڑتا ہے۔ زنا ایسی بُری بلا ہے۔ اتنا فرما کر آپ اُٹھے اور مجلس برخاست ہوئی۔

مجلس شانزدہم

بتاریخ ۳ رجب ۱۳۲۸ھ بروز یکشنبہ ظہر کے بعد یہ بندہ جناب قطب الاقطاب کی خدمت میں حاضر تھا۔ ذکر مذہب شیعہ کا ہوا۔ یہ بھی عجب مذہب ہے اصحاب ثلاثہ کی دشمنی کا تعصب اِن کے دلوں میں ایسا جم گیا ہے کہ جس کے سبب سے خدا کے قرآن (حضرت کی احادیث اور تمام اقوال آئمہ کرام سے بھی رو گرداں ہونا یہ منظور کرتے ہیں)۔ مگر ایک صحابہ ثلاثہ کی دشمنی کا چھوڑنا مجبور سمجھتے ہیں۔ چونکہ خدا کے قرآن میں ان صحابہؓ کے فضائل ہیں۔ اس واسطے تو اس کو غلط کہہ کر چالیس سیپارے کا قرآن لوگوں میں سناتے ہیں اور اسی طرح احادیث صحاح ستہ میں بھی حضرت نے ان کا شان بیان فرمایا ہے۔ اس لئے تو اس تمام صحاح ستہ سے بھی

انہوں نے انکار کر دیا ہے اور تمام آئمہ اکرام نے بھی ان کی تعریفیں کی ہیں۔ جس سبب تو ان کے اقوال کو بھی یہ احاد وغیرہ کہہ کر جھٹلاتے ہیں۔ اور بھی تمام صحابہؓ و اولیاء کرام نے بھی ان کی متابعت کی ہے۔ تبھی تو سب حضرتؐ کے اصحابِؓ عالی جناب اور آپ کے ازواج مطہرات کو بھی یہ بُرا بکتے ہیں۔ کسی اولیاء کرام کو بد کلام کرنے سے نہیں ڈرتے۔ اور بھی ان سب کی ضد کے سبب تو انہوں نے تمام شریعتِ رسول علیہ السلام کے برعکس اپنے مسائل بنائے جیسا کہ سلام۔ وضو۔ اذان۔ نماز۔ جنازہ۔ نکاح وغیرہ پس اسی طرح تو اور بھی تمام شرع شریف کے مخالف انہوں نے اپنا مذہب بنایا جس سے اپنے ایمان کا بھی نقصان اُٹھایا۔ مگر اس اپنی ضد کو نہ چھوڑا۔ اے عزیز تعصب بری بلا ہے۔ یہ دیدہ دانستہ انسان کو نقصان منظور کراتا ہے۔ لیکن اِس ضد سے ہٹنے نہیں دیتا۔ پھر اصحابِ ثلاثہؓ کے نقص لوگوں میں یہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اصحابِ ثلاثہ نے جنابِ علیؑ سے خلافت جبراً چھین لی۔ اور باغ فدک بھی حضرت خاتونِ قیامت علیہ الرحمت سے انہوں نے جبراً لے لیا۔ اور بھی کچھ اسی طرح کے الزام صحابہؓ کو لگاتے ہیں۔ جب کسی علما نے ان باتوں کا ثبوت مانگا۔ تو سوائے نکتہ بازی اور زبان درازی کے اور کچھ نہ نکلا۔ اس دعاگو کو جب کتاب شوائظ البرقات کے لکھنے کا موقعہ ہوا۔ تو اکثر انکی بڑی بڑی معتبر کتابوں کا بھی ملاحظہ کرنا پڑا جن میں سے ہر ایک صاحبان کی مختلف روائیات اور علیحدہ علیحدہ دلائل لاطائل کے سوا تو ان سے کسی بات کا کوئی ثبوت مضبوط نہ پایا پس یہ ہر ایک بات جو میں نے بیان کی ہے۔ ان سب کی تصدیق اور صحت تو شوائظ البرقات کے دیکھنے سے ہو سکتی ہے پھر فرمایا کہ یہ مذہب تو پہلے ملک ایران میں قوت پاکر جوان ہوا تھا پھر کسی زمانہ کے بعد ملک ہندوستان شہر لکھنؤ میں یہ وارد ہوا۔ لیکن اور بھی کہیں کہیں جگہ اس کا اثر پہنچ گیا۔

چونکہ وہ زمانہ مسلمان بادشاہوں کا تھا۔ اور شریعت کا اس میں زور تھا۔ اس واسطے اس مذہب کا نام تک بھی مشہور نہ ہوا تھا۔ اب جو زمانہ آزادی کا ہے اور شریعت بھی اس میں مغلوب ہوگئی۔ خدا و رسولؐ کا بھی ڈر نہیں رہا۔ اس سبب سے یہ مذہب اب ایسا پھیل گیا ہے کہ ہر ملک ہر شہر ہر بستی میں اسی کا چرچا ہو رہا ہے۔ دوسرا اب مرثیہ خوانوں کی بدولت اس مذہب کی زیادہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ خدا کے قرآن اور حضرت کی احادیث پر تو کوئی رجوع کرتا ہی نہیں۔ صرف مرثیہ خوانوں کی شعر سازی پر لوگ راضی ہو کر ان کی جھوٹی روائتوں کو سند پکڑے جاتے ہیں۔ کہ جن کی مذمت خدا تعالیٰ قرآن میں اس طرح فرماتا ہے۔ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا ط یعنی شاعروں کی بات پر وہی چلتے ہیں جو بے راہ ہیں۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ وہ ہر میدان میں سرگردان پھرتے ہیں، اور وہ بات کہتے ہیں۔ جو وہ ان میں نہیں ہوتی۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام کئے اچھے اور ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بہت پس محبت کبریا اور ذکر خدا کے سوائے تو شعر کہنا و پڑھنا اور سننا بھی خطا ہے۔ پھر اس خطا کو اُلٹا روا سمجھ کر لوگ اس پر مبتلا ہو رہے ہیں۔ اور ان کی شعر سازی پر راضی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس مذہب کی کثرت اور شعر سازی کو دیکھ کر اب تو وہ بڑے بڑے آدمی بھی اس میں پھنس گئے ہیں کہ جن کے جد بزرگوار بڑے کامل اولیاء اللہ ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت غوث بہاؤالدین ملتانی علیہ الرحمت کی اولاد بھی اسی طرح بہت بزرگوں کی اولاد اس مذہب کو اختیار کر رہی ہے۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنے گذشتہ بزرگوں کی پیروی اور طریقے کو بھی نہیں دیکھتے۔ اور نہ ان کی کہیں چال و اقوال کو پکڑتے ہیں۔ صرف زمانہ کی رسم و کثرت کو پسند کئے جاتے ہیں۔

اقوام سادات نے تو ادنےٰ اور اعلیٰ تک اس مذہب کو اپنا فخر سمجھ لیا ہے بلکہ اس کو اپنا آبائی اجدائی مذہب کہتے ہیں۔ حالانکہ ایک یا دو حد تین پشتوں سے پہلے تو ان کے باپ دادا بیچارے اس مذہب کا اچھی طرح نام بھی نہ جانتے تھے اور ہمارے خاندان حضرت پیر شیخ اسماعیل علیہ الرحمت کی اولاد بیر محل میں تو اس دعاگو کے دیکھتے ہی سے یہ مذہب شروع ہوا ہے۔ چونکہ ہم میں سے سید کرم شاہ اور سید راجہ شاہ نے اول اس مذہب کو اختیار کیا ہے۔ یہ دونوں صاحبان بھی آدھی عمر تو پہلے اپنے بزرگوں کی پیروی پر مذہب اہلسنت والجماعت تھے۔ پیچھے اس مذہب کو اختیار کیا۔ سید کرم شاہ صاحب فوت ہوگئے ہیں اور راجہ شاہ اب بھی موجود ہے۔ باقی ہمارا خاندان زمانہ کی کثرت اور انہی صاحبان کو دیکھ کر سب شیعہ کہلاتے ہیں۔ ہم افسوس کرتے ہیں کہ یہ ہمارے بھائی نہ تو اپنے سابقہ بزرگوں کی پیروی کو دیکھتے ہیں۔ نہ ان کی کتابوں کا کچھ ملاحظہ کرتے ہیں۔ کہ وہ کس مذہب پر تھے اور کون ان کا طریقہ تھا۔ صرف ایک دوسرے کی دیکھو دکھائی کر کے آپ اپنا مذہب چلائی جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ہم اپنے بھائیوں سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لیکر آجتک قریباً چالیس پشتیں گزری ہیں کہ ان میں سے اکثر ہمارے بزرگ بہت عالم اور بڑے بڑے کامل اولیاء اللہ ہوئے ہیں۔ جن کی تو تصنیف شدہ کتابیں بھی موجود ہیں۔ اور اُن کی پیری و مریدی کا سلسلہ بھی آجتک جاری ہے۔ اگر ہمارے بھائی ان پشتوں میں سے کسی ایک کو شیعہ ثابت کر دکھلاویں۔ تو ہم ان کا دعویٰ اور مذہب تسلیم کر لینگے۔ اور اگر ہم اپنے دادا سے لیکر جناب امیر علیہ السلام تک سب کے سب کا مذہب اہل سنت والجماعت ثابت کر دلویں۔ تو پھر چاہیئے کہ یہ ہمارے بھائی اس مذہب شیعہ کو چھوڑ کر اپنے جد بزرگوار کا مذہب و طریقہ اختیار کر لیں۔ پس انصاف کا تو یہی راہ ہے

باقی مرض تعصب لا دوا ہے۔ اب ہم اُن بزرگوں کا حال بھی کچھ اِس جگہ تحریر کرتے، مگر طول کے سبب منقول نہیں کیا۔ خیر کچھ بطور نمونہ ایک اپنے اس بزرگ کا قول لکھتے ہیں جو تمام سادات بخاری کا باپ ہے۔ اور جن کا علم اور بزرگی بھی اظہر من الشمس عیاں ہے یعنی حضرت سید جلال پیر مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ اپنے ملفوظ شریف میں جو مطبع انصاری واقع دہلی ۱۲۹۰ھ جلد اوّل صفحہ ۲۳۷ پر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا چند رافضیوں کے ساتھ کچھ مذہبی مناظرہ ہوا۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں پوچھا۔ اَیُّ مَذْهَبُكَ یعنی کون تیرا مذہب ہے میں نے کہا۔ مَذْهَبُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ اِلٰی اَجْدَادِیْ بُخَارِیْ یعنی مذہب میرا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے معہ جملہ آباؤ اجداد کے بخارا میں پس ہمارے تمام بزرگوں معہ آئمہ کرام کے اہل سنت جماعت ہونے کا تو یہی ایک قول بسیار یک مشت نمونہ خروار ہے۔ خداوند کریم ہر مومن مسلمان کو بدعت و گمراہی سے بچائے اور راہ اپنی ہدایت کا دکھائے آمین! اس کے مطابق جناب قبلہ و کعبہ ہادی رہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ نے فرمایا تھا۔ کہ میرے والد قبلہ گاہ حضرت علی شیر رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک دن ذکر مذہب شیعہ کا ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام ظہور فرماوینگے تو بحکم ان کے کتنے ہزار سید قتل کئے جاویں گے میں نے عرض کی۔ کہ وہ جو سید نہیں ہیں اور آپ کو سید کہلاتے ہیں۔ فرمایا خاص سید صحیح النسب جو بد مذہب اہل بدعت ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور شریعت کے برخلاف ہیں۔ اور اُن کے ازدواج کو بُرا بکتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا پس اتنا فرما کر آپ اُٹھے۔ اور مجلس برخاست ہوئی ۔

مجلس ہفتدہم

بتاریخ ۷ ماہ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ بروز بدھ ظہر کے بعد یہ بندہ جناب قطب الاقطاب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ ذکر اولیاء اللہ کی موت کا ہوا۔ فرمایا مصیبت موت کا سخت واقعہ ہے۔ وہ وقت نہایت مشکل اور بے بسی کا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو نے موت کا نام سنا ہوا ہے موت کو جانتا نہیں ہے۔ موت کی خبر تب پڑیگی جب آخری دم ہونگے۔ اور وہ اچانک سر پر آ جائیگی۔ اس وقت لاچاری اور بے بسی کے سوا کوئی حیلہ پیش نہ جائیگا پچھلی عمر گزری بھی وہ سب اس مصیبت میں نظر آئیگی۔ اب وقت ہے موت کو بھول نہیں۔ اس سے ڈر میری طرف رجوع کر۔ اور موت تم سے دنیا کی حرص اور مال اولاد کی محبت نے بھلا دی ہے لیکن موت کے وقت تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئیگا۔ بلکہ اس وقت تو یہی دنیا مال و اولاد تم کو موجب عذاب ہو جائیگا۔ پھر حق سبحانہ فرماتا ہے کہ اگر تم موت کو یاد رکھتے تو میں بھی تم کو یاد رہتا۔ تب وہ موت کا مشکل وقت بھی تم پر آسان ہو جاتا۔ پس موت کو زیادہ یاد رکھنے میں خدا تعالیٰ زیادہ یاد رہتا ہے جس یاد کے سبب تو موت بھی خود اس کی فرمانبردار ہو جاتی ہے۔ اور اگر موت کو تھوڑا یاد کرے۔ تو بھی اللہ اس کے گناہ کو مٹا دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے مَنْ تَذَکَّرَ الْمَوْتَ عِشْرِیْنَ مَرَّۃً فِیْ کُلِّ یَوْمٍ لَمْ تُکْتَبْ بِہٖ خَطِیْئَۃٌ یعنی حضرت نے فرمایا کہ جو کوئی موت کو ہر روز بیس بار یاد کرے۔ تو اس کے گناہ نہ لکھے جاوینگے۔ اس واسطے سالک فرماتے ہیں کہ پانچوں نماز فریضہ کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ رَبِّ عَلَیْنَا قَبْلَ الْمَوْتِ وَارْحَمْنَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا تُعَذِّبْنَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَھْوِنْ عَلَیْنَا وَعَلٰی جَمِیْعِ

الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ سُکَرَاتِ الْمَوْتِ ط یعنی اے اللہ تعالیٰ توبہ دے ہم کو پہلے موت سے اور رحم کر ہم پر وقت موت کے اور نہ عذاب کر ہم کو پیچھے موت کے اور آسان کر اوپر ہمارے اور اوپر ہر مومن مرد اور عورت کے وقت موت کا۔

اس دعا میں چار مرتبہ موت کا نام آتا ہے۔ چار کو پانچ میں ضرب دو۔ تو بیس ہوتے ہیں۔ اس دعا کے اوّل و آخر درود شریف پڑھے۔ غرض موت کا ایسا مشکل وقت ہے کہ کل انبیاؑ و اولیاء غوث و قطب وغیرہ سب اس مصیبت کے وقت سے خوف کرتے اور ڈرتے گئے۔ کیونکہ یہ مقام آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اس گھاٹی سے سلامت اُترنا طالب صادق کا کام ہے۔ اسی واسطے تو موت کے ڈر سے تمام اولیا کرام نے اس دنیا بے وفا کی حرص و ہوا کو چھوڑ دیا۔ اور خدا کی یاد میں دل شاد کیا۔ پس مرض موت کا اور کوئی دوا نہیں ہے سوائے یاد خدا کے۔ پھر فرمایا کہ ابتدا میں تو موت کے ڈر و قیامت کے خوف سے خدا یاد رہتا ہے۔ پھر بندہ جب خدا کی یاد میں زیادہ مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر خدا تعالیٰ کی محبت یہاں تک بڑھتی جاتی ہے کہ اسوقت تو موت و قیامت کا خوف بھی سب مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور خدائی جمال کا شوق غالب آتا ہے جیسا کہ جناب امیر علیہ السّلام کا یہ قول ہے وَاللّٰہِ مَا عَبَدْتُکَ خَوْفًا مِنَ النَّارِ وَلَا طَمَعًا فِی جَنَّتِکَ وَلٰکِنْ وَجَدْتُکَ یعنی قسم ہے اللہ کی نہیں عبادت کی میں نے واسطے ڈر دوزخ کے اور نہ واسطے طمع بہشت کے مگر کی ہے واسطے پانے اللہ اپنے کے پس جب بندہ ایک خدا کا ہو رہا۔ تو پھر دوزخ بہشت زمین آسمان ہر دو جہان سب اس کے زیر فرمان ہیں۔ پھر اُس کے واسطے نہ موت نہ ڈر نہ قیامت کا خوف ہے۔ جیسا کہ انکے حق میں عزوجل فرماتا ہے۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ یعنی اولیاء اللہ پر نہیں ہے کچھ خوف اور نہ وہ کبھی غمگین و اندوہگین ہونگے کیونکہ خدا تعالیٰ اِن اپنے اولیا کو ابدی حیاتی عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ حَیَاتٌ فِی الدَّارَیْنِ یعنی مومن زندہ ہیں دو جہان میں، دیگر حدیث میں ہے۔ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ اِلَّا یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ یعنی حضرت نے فرمایا کہ اولیاء اللہ نہیں مرتے لیکن نقل کرتے ہیں جیسا ایک خانہ سے اُٹھ کر دوسرے خانہ میں چلے جاویں۔ اور بھی جیسے اولیاء اللہ کو حیاتی میں طاقت ہے۔ اس سے دوچند زیادہ طاقت خدا تعالیٰ ان کو بعد وصال دیتا ہے۔ کیونکہ جو خدا کی محبت میں مرا۔ وہ شہید ہے۔ چنانچہ حدیث صحاح میں ہے مَنْ مَاتَ مِنَ الْعِشْقِ فَقَدْ مَاتَ شَہِیْدًا یعنی جو شخص عشق میں مرجائے تو مقرر وہ شہید مرا۔ پھر شہید کے واسطے جناب باری اپنے قرآن کریم میں فرماتا ہے لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ یعنی جو راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں۔ ان کو مردہ نہ کہو۔ وہ ہمیشہ زندہ ہیں مگر نہیں جانتے ہو تم یعنی تم نہیں دیکھتے ہو ان کو جس طرح وہ زندہ ہو کر ہمیشہ عیش و عشرت میں رہتے ہیں۔ اور بھی خداوند کریم دانا و حکیم تو موت بھی ایک عجیب طرح ان کے نصیب کرتا ہے کہ اکثر تو ملک الموت کو بھی انکی موت کا پتہ نہیں ملتا۔ چنانچہ راحت القلوب میں نقل ہے کہ ایک بزرگ خدا واصلان حق سے تھا۔ جب اسکی عمر تمام ہوئی تو ملک الموت نے اس کو مشرق سے غرب تک ڈھونڈا۔ لیکن کہیں اس کا پتہ نہ پایا۔ ملک الموت مجبور ہو کر اپنے مقام پر آیا۔ اور اپنا سر سجدہ میں رکھ کر عرض کیا۔ کہ الٰہی فلاں مرد کو میں نے مشرق سے مغرب تک ڈھونڈا۔ کہیں پتہ نہیں لگا۔ اور نام بھی اس کا تختہ حیات سے پاک ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا۔ کہ اے ملک الموت تو بعض میرے دوستوں کے ارواح قبض نہیں کر سکتا۔ اور نہ اُن کو تم دیکھ سکتے ہو۔ اور نہ اس جگہ کو پا سکتے ہو کہ جہاں وہ میرے دوست ہیں۔ وہ لوگ میرے پاس ہیں۔ میرے نام یا میری ہوا کے پہنچتے ہی وہ جان دے دیتے ہیں۔ جیسا کسی نے کہا ہے ؎

درکوئے تو عاشقاں چناں جان بدہند کاں جا ملک الموت نگنجد ہرگز

دیگر نقل ہے کہ ایک روز شیخ سیف الدین باخرزی علیہ الرحمت نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اشتیاق تیرے ملنے کا ہم کو بہت ہے تم کو آنا چاہیئے۔ پس اس سے آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ وفات میری قریب ہے۔ اس روز سے مجلس وعظ میں ذکر فراق کیا کرتے تھے۔ خلق حیران تھی کہ یہ فراق اور وداع کا ذکر کیوں فرماتے ہیں جب آپ آخری وعظ بیان فرما چکے تب حاضرین مجلس کو ارشاد فرمایا۔ کہ اے بھائیو میں نے اپنے پیر دستگیر کو خواب میں دیکھا ہے وہ مجھے طلب فرماتے ہیں پس اب میں اس جہان فانی سے رخصت ہوتا ہوں اور تم سے وداع کرتا ہوں۔ یہ فرما کر آپ منبر سے اترے اور اپنے مکان کو تشریف لے گئے۔ جب شب ہوئی۔ تمام اصحاب خدمت میں تھے۔ اسی درد اور فراق سے صبح ہوئی۔ قریب ایک تہائی کے دن گزرا ہو گا کہ ایک شخص صوف پہنے ہوئے اور ہاتھ میں سیب لئے ہوئے آیا۔ اور سلام کر کے زمین پر بیٹھ گیا اور وہ سیب اُن کے ہاتھ میں دیا۔ آپ نے اُس کو سونگھا۔ اور جاں بحق ہو گئے سے

جان با جاناں بدہ گر عاشقی باش مردکارہ ایں ہوشیار ہا

اور نقل ہے کہ جب حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمت کے انتقال کا وقت نزدیک آیا۔ تو آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ صدرالدین غوث باللہ حاضر تھے۔ ایک شخص نے آکر آپ کو ایک کاغذ دیا۔ اور کہا۔ کہ یہ فرمان الٰہی ہے۔ اس کو تم نہ کھولنا۔ اور حضرت غوث کے ہاتھ مبارک میں دینا وہی اس کو کھولیں گے۔ حضرت شیخ صدرالدین نے عنوان نامہ پڑھا۔ اور ہائے ہائے کر کے رو پڑے۔ اس شخص سے کہا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم ملک الموت ہو۔ یہ تم خود جا کر کیوں نہیں دیتے۔ اس نے کہا مجھے حکم اسی طرح ہے کہ تمہارے ذریعہ

سے ان کو بچاؤں۔ جب شیخ صدر الدین نے وہ نامہ حضرت غوث کے حوالہ کیا تو آپ نے اس کو دیکھ کر حکم دیا کہ اب سب لوگ یہاں سے علیحدہ ہو جاویں جب لوگوں سے آپ فارغ ہوئے تو اپنا سر سجدے میں رکھ دیا۔ اور جان جان آفرین کے سپرد کی۔ اس وقت مکان کے اندر سے آواز آئی۔ کہ دوست دوست سے ملاقی ہوا۔

پس یہ تو کاملوں کی موت کا ذکر ہے۔ مگر جو لوگ ان کے محب اور ملنے والے ہیں۔ اگرچہ ان کے اعمال میں زوال ہو۔ تو بھی پروردگار اپنے دوستوں کی بدولت ان کا خاتمہ تو نیک کر دیتا ہے۔ چنانچہ نقل ہے کہ ایک دفعہ جناب قبلہ و کعبہ ہادی رہنما حضرت چراغ علی شاہ دام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ ایک شخص قوم کمہار میرے والد بزرگوار حضرت علی شیر علیہ الرحمت کا مرید تھا۔ وہ صاحب یقین تو تھا۔ مگر کام اُسکے اچھے نہ تھے۔ جب اُس پر موت کا وقت آیا۔ تو ذکر الٰہی اس کا جاری ہو گیا۔ اور اسی ذکر میں ہی دم پورے ہوئے۔ جو لوگ اس وقت پاس موجود تھے متمام متعجب و حیران تھے۔ کہ کام اُلٹے کئے تھے۔ اور خاتمہ اسکا کیا اچھا ہوا ہے۔ کسی نے یہ حال اس کا حضرت علی شیر علیہ الرحمت کی خدمت میں متعجب ہو کر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس بات کا تعجب نہ کرو۔ کیونکہ ایک تو وہ فقرا کا دوست تھا۔ دوسرا وہ نعمت بھی تو اس کے اندر گزری تھی۔ پھر اس حال کی آپنے یہ مثال بیان فرمائی۔ کہ جیسا مٹی کے نئے برتن میں کسی نے غلطی سے گھی ڈالدیا۔ پھر اسی وقت وہ نیا سمجھ کر اس نے اس برتن سے وہ گھی نکال بھی لیا ہو۔ تو اس برتن کی ٹھیکری جب سو برس کے بعد بھی آگ پر آویگی۔ تو ضرور اس گھی کی بو دیگی۔ تو اسی طرح وہ نعمت اس میں ڈالی تو تھی۔ اگرچہ اس نے وہ نکال بھی دی۔ پس کاملوں کے ملنے سے اتنا فائدہ ہے۔ مگر مرید صادق الیقین ہو۔ اسواسطے مرید کے دو درجے ہیں۔ ایک مرید اہل یقین با عمل۔ دوسرا مرید اہل یقین بے عمل۔ مرید اہل یقین

باعمل تو ان کاملوں کی طرح کامل ہو کر خود پیر ہو جاتا ہے اور مرید اہل یقین بے عمل کو وہ مراتب اور مدارج تو حاصل نہیں ہوتے۔ مگر کاملوں کے ملنے اور انکی محبت سے ان کا خاتمہ تو بالخیر ہو جاتا ہے اور حشر کو بھی وہ کاملوں کے گروہ میں اٹھایا جائے گا۔ جیساکہ حدیث شریف میں آیا ہے مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا عَلٰی اَعْمَالِهِمْ حُشِرَ فِی زُمْرَتِهِمْ وَحُوْسِبَ بِحِسَابِهِمْ وَاِنْ لَمْ یَعْمَلْ بِاَعْمَالِهِمْ یعنی حضرت نے فرمایا۔ کہ جو کوئی محبت رکھتا ہے کسی قوم کے اعمالوں کی، تو وہ حشر میں اٹھایا جائیگا اسی گروہ میں سے اور حساب انکا ہوگا ان کے ساتھ اگرچہ اس نے عمل بھی نہیں کئے انکے۔ سبحان اللہ اولیاء اللہ کی محبت کیا عمدہ چیز خدا کو عزیز ہے۔ یا الٰہی ہمیں اور ہر مسلمان بھائیوں کو اپنی اور اپنے دوستوں کی دوستی عطا فرما۔ اور اپنے حبیبؐ کا تصدق خاتمہ کے وقت بھی اپنی محبت کا جام پلا۔

رُباعی

یا خداوندا یہ میری آرزو	نزع کے دم میں بھی تیرا عشق ہو
جز محبت تیری دم جائے نہیں	ذکر تیرا دم بدم ہو ھو ھُو

اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ ملفوظ شریف بتاریخ ۷ ماہ محرم الحرام کو تمت تمام ہوا۔ اور ۱۵ ماہ مذکور کو جناب قطب الاقطابؒ نے خود ملاحظہ فرمایا۔ جو حرف کہیں کم بیش تھا۔ اپنی قلم مبارک سے درست کر دیا۔ پھر بندہ کے حق میں دُعا خیر فرمائی۔ کہ عزیز من خداوند کریم اس کام کو اجر عظیم عطا فرمائے اور زود اپنے مقصود تک پہنچائے۔ یہ ارشاد سُنتے ہی بندہ قدمبوس ہو کر خوش و شاد ہوا۔

۴۸۶

دیوانِ قطبیّہ

ترجمہ: پنجابی سید شاہ محمد جمیلؒ المعروف ناصرالدین شاہ سدیلیانوالی شریف

بیا ساقی کہ تشنہ ام بدہ کاسہ وصالِ ما
اے ساقی میں تسا ہاں توں بھر دے جام وصالے

عمر شد نیم بگذشتہ کہ بہ درِ تو سوالِ ما
اد ھی عمر گزر گئی تیرے در تے ایہہ سوالے

بدریا عشق بے پایاں ہزاراں غوطہ ہا خوردم
دریا عشق دا بہوں ڈوگھیرا لکھاں غوطے کھاواں

و لے پایاں ندیدہ ام کنارہ او محالِ ما
ہاتھ نظر نہ آوے مینوں کیویں کنارہ پاواں

ز دردِ ہجر بیمارم کہ ہر دم گریہ مے زارم
میں بیمار ہجر تیرے دا رو داں زار و نالے

بغیر از تو نہ غم خوارم نگر جانی تو حالِ ما
آجانی تک حال میرا بن تیرے نہ غمخوارے

من مستم چوں دیوانہ دلے سوزم چوں پروانہ
میں دیوانہ مست تیرا دل ساڑیا بن پروانہ

تو در بکشائے میخانہ بدہ بادا زلالِ ما
بھر دے جام وصل دا مینوں کھولیں جھب میخانہ

ز آتش عشق تو سوزم بگریہ در شب و روزم
روداں رات دیہاں میں آتش عشق تیرے دی جالے

بدہ مئے وصل امروزم کہ دردِ تو کمالِ ما
دیہہ شراب وصل دی اج توں تیرا درد کمالے

ز عشق تو خوشی دارم نہ کفر و دین درکارم
عشق تیرے دی خوشی مینوں نہ دین کفر دکارے

دگر مطلب نمی خواہم مگر بنما جمالِ ما
مطلب ہور نہ کوئی منگاں ہک تیرا دیدارے

منم در بحر غرقابم ہزاراں موجہا آیند
میں ڈبا وچہ عشق تیرے دسے لکھاں لہراں آون

ہر آنکس بر کنارہ اند کجا دانند حالِ ما
جیہڑے رہندے کدھی تے کی حال میرا اوہ پاون

بتو اے یار دل بستم کہ مجنوں وار من مستم
دتا دل تینوں تے ہویا مجنوں وانگ دیوانہ

ہمہ وقتِ چناں مستم کہ ہر در ایں مقالِ ما
ہر ویلے ہاں مست اجیہا ہر گھر وچہ افسانہ

قطبؒ ایں راہ ملامت ہا دریں خود آ کہ ایں واہ واہ
قطب علی پئی گندے واہ دا راہ ہے مہنیاں والا

نصیب ما مصیبت ہا عیاں گشتہ زفالِ ما
پئی نصیب مصیبت میرے ایہہ تقدیر دا چالا

غزل نمبر ۲

بیارہ اے عشق تمے مستی رود درد و بلا ما
دیہہ عشقا مے مستی دالی جاوے درد بلائے

چنیں بیمار کردہ کہ مشکل ہا دوائے ما
انجہ بیمار کیتائی مینوں مشکل بہوں دوائے

فنا کردی دل و جانم کہ بیمارم بصدہا غم
دل تے جان فنا کیتائی دے کے غم ہزاراں

غم این گریہ ما ہمدم کجا باشد شفائے ما
غم تے رودن ساتھی میرے ہوندی کداں شفائے

بما ظالم چہا کردی بیکس ماندم دلم بردی
ناں میرے کی ظلم کمایا بیکس دا دل کھسیا

کہ خون از دل جگر خوردی مکن تو بر جفائے ما
خون جگر تے دل دا پیوال نہ کر یار جفائے

مرا در دام بستہ بصدہا غم گرفتہ
دچہ پھاہی دے بدھو مینوں دے کے غم ہزاراں

چنیں بر دار کشتہ کہ شد زندگی کجائے ما
انجہ سولی تے کٹھو مینوں جیون رہیا کجائے

چرا سوزی مرا عشقا شب و روز گنہم گریہ
اے عشقا اوہ ساڑیو مینوں رودواں ہر دن راتیں

کدامم کس درین غمہا چنیں نالاں سوائے ما
میرے وانگ نہ غم دچہ کوئی اوہ دکھ میں نبھائے

قطب گر وصل او جوئی ہمہ غم دمبدم بوئی
قطب علی جے چاہیں ملنا دم دم غم اٹھائیں

مصیبت ہا کس گوئی کہ بود اندر قضائے ما
کول کسے دے دکھ نہ پھولیں لکھی اینویں قضائے

غزل نمبر ۳

حل نباشد کار از گفتار ہا
یار نہ ملدا ناں گلاں دے مول نہ کھاویں دھوکا

راہ ملامت است مشکل کار ہا
راہ ایہو ہے مہنیاں والا دسدا ڈاڈھا اوکھا

از مصیبت ہا مترس و مرد باش
دچہ مصیبتاں مرد بنیں نہ ڈریں نہ ہرگز یارا

یار در راہ عشق غم بسیار
غم بہوں اس راہ دے اندر مشکل ملے نظارا

درمیان درد راہ محبوب است
دکھاں درداں دے دچہ جانیں راہ اس یار سجندا

گل چون خالی نہ شود از خار ہا
پھل نہ خالی بن کنڈیاں دے پورا توں سمجھ

جان جاناں را سپر آخر مترس
دیویں جان جاجانی تائیں ڈریں نہ راہ دچالے
باش مردی کار ایں ہوشیار ہا
اس راہ اندر مرد بنیں سٹے سر تے سہیں کشالے

جان با جاناں بدہ گر عاشقی
جے توں عاشق بنناچاہیں دیویں جان سجن نوں
سوز چوں پروانہ در ایں نار ہا
جیویں پتنگ ساڑے اگ اندر اپنی جان تے تن نوں

سوز خود را ہم باتشِ عشقِ یار
عشق سجن دی اگ لے اندر اپنی جان جلا دیں
دار غم لیلیٰ و مجنوں وار ہا
مجنوں وانگ نکل جا ہو شتوا لیلیٰ نام سداویں

جاں بدہ با یار خود اے بیخبر
دیویں جان جاجانی تائیں اپنا آپ بھلا کے
بار ہا گوئیم ترا صد بار ہا
سو سو واری آکھیا تینوں سخن ایہو سمجھا کے

پند گوئی ہمچنیں خود نہ کنی
قطب علی توں آپ نہ کرنا ئیں ہوراں پند سنائیں
از تو ہر کس اے قطب ابرار ہا
ہر اک کولوں دکھرا ہو کے پیا ابرار سدائیں

غزل نمبر ۴

اے یار من بیمارم کہ افتادہ بر درت
اے دلبر بیمار ہیں تیرا در تے ڈگی پائی
گاہے دوا نہ دادی ہے ہے کہ ایں عجب
ایہہ ہے عجب جو تو ہتہ نہ بخشی نال پر دوائی

در عشق تو خرابم شب و روز در عذابم
دینہ تے رات عذاباں وچہ ہاں کیتا عشق خوار سے
حال مرا نہ پرسی ہے ہے کہ ایں عجب
ایہہ ہے عجب کدے نہ پچھیا حال میرا تو ہنہ پیار سے

مجنوں وار ہستم بر تو چنیں مستم
مجنوں وانگ میں ہویا ہیں ہاں او چامست کیتوئی
پرواہ تو نہ داری ہے ہے کہ ایں عجب
ایہہ ہے عجب جو تیرے تائیں اجے پرواہ نہ کوئی

در ہجر اے ظالم جانی نگر تو حالم
ہر دم وچہ وچھوڑے رد واں حال جاد یکھیں میرا
بر ما رحم نہ کردی ہے ہے کہ ایں عجب
ایہہ ہے عجب جو میرے اُتے ترس ذرا نہیں تیرا

دریں عذاب جانم چوں بلبلاں فغانم
وچہ عذاباں جان میری جیویں بلبل ہتھ صیاداں
فریاد من نہ شنوی ہے ہے کہ ایں عجب
ایہہ ہے عجب جو سُنسدا نا ہیں توں میریاں فریاداں

بیمار ہم غریبم اے یار تو طبیبم

میں بیمار غریب تمانہ توں طبیب حقانی

چرا دوا ندہی ہے ہے کہ ایں عجب

ایہہ ہے عجب دوا نہ دیویں کیوں میرے دلجانی

در غم ہا تو زارم تو خندہ مے کنی

میں رووا ں وچہ غم تیرے ڈے توں ہسیں غمخوارا

صد بار قطب ہے ہے! ہے ہے کہ ایں عجب

ہے ہے قطب کراں سو واری عجب تیرا ورتارا

غزل نمبر ۵

باشوق الف مستم نقشت خیال بستم

شوق الف دی مستی آئی تیرا نقش پکایا

در غم ہائے ہستم اے یار روز و شب

غم تیرے وچہ یار گزاراں ایہہ دن رات ہمیشہ

بازی بعشق بازم دل جان فدا سازم

بازی کھیڈی عشق تیری خودی نہ رہ گئی ذرہ

خود را بتو گدازم اے یار روز و شب

دل تے جان تیرے تے واراں ایہہ دن رات ہمیشہ

دل جاں تو سپارم چیزے دگر ندارم

دل تے جان چا بخشی تینوں ہور نہیں شے کائی

جز درد گریہ زارم اے یار روز و شب

روواں میں ہن درد ہزاراں ایہہ دن رات ہمیشہ

من عشق تو چہ دانم شب و روز در فغانم

میں کی جاناں عشق تیرے نوں کیتا غم حیرانے

زیں غمہا حیرانم اے یار روز و شب

تاہیں میریاں حال پکاراں ایہہ دن رات ہمیشہ

گو غم در فتادم لیکن برنج شادم

میں بیمار تیرے غم اندر خواہش کراں شفادی

خواہش شفا نہادم اے یار روز و شب

خوشیاں ہن وچہ رنج ہزاراں ایہہ دن رات ہمیشہ

بدہ وصال یارم طاقت ہجر ندارم

بخش وصال اے دلبر میرے طاقت نہیں ہجر دی

بسیار شد خوارم اے یار روز و شب

تیرے باجھوں بہوں خواراں ایہہ دن رات ہمیشہ

از قفس غم رہیدم سوئے بقا پریدم

غم دے پنجرے وچوں چھٹاں طرف بقا اڈو نجاں

دام ہجر بسے دیدم اے یار روز و شب

ہجر تیرے توں بہوں بیزاراں ایہہ دن رات ہمیشہ

چوں لام الف گویم ہر یک در یک پویم

جسدم لادا سبق پکایا یک دچہ یک تکایا

خود نیست ترا جویم اے یار روز و شب

میں نہیں توں وچہ گلزاراں ایہہ دن رات ہمیشہ

کن قطبؒ جاں فشانی قصہ مکن زبانی
جان کریں قربان قطبؒ توں قصہ چھوڑ زبانی

حال مرا تو دانی اے یار روز و شب
توں تمام جانے گفتاراں ایہہ دن رات ہمیشہ

غزل نمبر ۶

رند سرِ مستیم با جام شراب
راز الٰہی معلم ہویا آئی شرابوں مستی

چشمِ ما روشن شدہ چوں آفتاب
دینہ دے وانگوں روشن ہوئی اکھ میریدی دستی

جام مے را نوش کردہ ایم باز
جدم جام نشے دا پیتا وصل ہویا دلبر دا

نحنُ اَقرَبُ دُور ما کردہ نقاب
میرے کولوں دُور ہویا اوہ نحنُ والا پردہ

غرق در بحریم ہم تشنہ عجب
غرق بحر وحدت دے اندر تسے عجب نچھانی

عین دریائیم ہم جوئیم آب
آہیں اسیں عین سمندر تے مڑ ڈھونڈھیے پانی

بادشاہ ہستیم بر ملکِ بقا
اُتے سارے ملک بقا دے بیشک ساڈی شاہی

ہم گدا اگر عشق ما ست و خراب
تاہیں اسیں گدا گر آہیں کیتی فسق تباہی

ذات ما آب است آخر لایزال
ایسی ذات اساڈی جیہڑھی کدے نہ ہووے فانی

ہست ظاہر جسم ما ہمچوں حباب
ظاہر بلبلے وانگ اسیں تے اصل اساڈا پانی

طالبیم مطلوب و ہم مطلوب ایم
ملنا آپ تے خود لوں ملنا آہیں گوہر ذاتی

قطب شاہؒ خاموش کن ازیں جواب
قطب علیؒ چپ کرنی چنگی پردہ سمجھ صفاتی

غزل نمبر ۷

دین من روشن بنورِ شاہ چراغ
دین میرا ہے روشن ہویا شاہ چراغ دے نوروں

ہم دو عالم روشن از جمالِ اوست
ہین کیا دو عالم روشن اُسدے پاک ظہوروں

صاف شد ایں چشمِ من نکتہ زِ غیر
صاف ہوئی ہے ایہہ اکھ میری نکتہ غیر ہٹایا

بستہ ام بر دل چو نقش خیالِ اوست
جس دم اپنے دل دے اُتے اُسدا نقش پکایا

سید چراغ هم در دو جهان
شاہ چراغ دو عالم اندر ہویا بے مثالے
دیدہ ام در ہر آئینہ جمالِ اوست
ڈٹھا میں جو ہر شیشے وچہ اُس دا پاک جمالے

راہنما و پیشوا ہر مومناں
راہنما تے پیشوا اوہ ہر مومن دا جانے
نور در عالم چوں بدرِ کمالِ اوست
دو عالم وچہ نور اُسیدا بدر کمال پچھانے

شد مرا روشن ازیں راہ دو جہاں
دوجہان دا رستہ جس نے روشن کیتا میرا
دور شد ظلمات ہم بوصالِ اوست
اُسدے پاک وصالوں سارا ہویا دُور ہنیرا

من نمیدانم چہ ام چہ گفتہ ام
میں نہ جاناں کی ہاں ہیں تے کی کجھ آکھ سنایا
چوں شدم مستم بجامِ زلالِ اوست
مست ہویا میں جسدم اُس نے بھر کے جام پلایا

قطب شاہ ہوشیار شو چہ خوف تو
قطب علی ہوشیار ہو دیں تے خوف نہ ساریں سارا
گر تو ہستی میم رے ی دال اوست
جے توں سید پاک چراغ دا ہیں پیارا

غزل نمبر ۹

ہر چہ بینی ہمہ جلوہ خدا است
جیہڑا کجھ توں دیکھائیں اُنہے جلوہ ہے سب ذاتی
اوّل و آخر یکے دیگر کجاست
اوّل آخر ہکو آیا پردہ پا صفاتی

در دو عالم نیست جز ذاتِ خدا
دو عالم وچہ اللہ باجھوں ہور نہیں شے کائی
ہر چہ اشیا در نظر بینی فناست
ظاہر ہر دا پردہ فانی ذاتی نہیں جُدائی

ایں چنیں ہم یار خود دیدی اگر
توں دوجھے دے دیکھن کولوں ڈٹھیں خود نوں آپے
باز بر دیگر چہ اینی خطاست
تاں دوجھے دے دیکھن اندر تینوں غیر نہ جاپے

سوز چوں پروانہ در ایں نارِ عشق
وانگ پتنگاں اگ عشق وچہ اپنا آپ جلائیں
شو فنا در راہ جاناں تا بقاست
راہ سجن وچہ ہتی فناہ تہ جام بقا دا پائیں

قربِ حق با خود بداں اے بیخبر
اے بے خبر نال اپنے نت جانیں قرب الٰہی
تو ہمیدانی کہ او از ما جداست
توں ایہہ جاناں میرے کولوں جدا ہے اوہ ماہی

نہ قدم بر دار چوں منصور تو
پہلے شاہ منصور دے وانگوں سولی قدم ٹکائیں
قطب ہر کس واقفِ ایں گفتار نیست
قطب علی شاہ ہر اک بندہ ایہہ گفتار نہ جانے

خود انا الحق تا بگو گفتن رواست
پسدم تینوں جائز ہوسیں انا الحق الائیں
مگر آں داند کہ محرم حال ماست
پر جو محرم حال میرے دا اوہ ایہہ انہ پچھانے

غزل نمبر ۹

عشق اول اے دلم ظاہر بلاست
اے دل عشق دیندا اول ظاہر وچہ بلائے

بعد از غمہا دلے آخر شفاست
دکھ تے غم اٹھائے جدم آخر وچہ شفائے

در غمش بیمار ام لیکن خوش ام
میں بیمار تیرے غم اندر پر ہن خوشیاں ملیوں

زانکہ ایں درد ہا مارا دواست
کیوں جو ایہہ دکھ درد نامی میرے کان دوائے

در بحر بے پایاں من افتادہ ام
وچہ سمندر ڈونگھے دے میں ہاں ڈگا دلجانی

ابتدا آں نیست نہ ہم انتہاست
نہ کائی ابتدا ہے اُسدی نہ کائی انتہائے

بحر عشق چوں زند ایں موجہا
ایہہ سمندر عشق تیرے دا ہر دم ٹھاٹھاں مارے

درمیاں ایں غوطہ ہا فریاد ماست
غوطے کھاواں پیا پکاراں کہڑھا کدھی لائے

در فراقش روز و شب نالا کنم
وچہ فراق تساڈے دے میں رات دنے پیا رُواں

در دخواہ کس حال ما اکنوں کجاست
در دخواہ نہ میرا کوئی کیہڑھا دکھ ونڈائے

در ہجر ایں عشق جانم سوختہ
ساڑی جان وچھوڑے میری عشق تیرے دے کیتی

باز حیرانم کہ جانم خوش چراست
ہاں حیران کیویں جند میری خوشیاں نال نبھائے

زیں مصیبت یار اے دل خوش مباش
اس مصیبت یار دے اندر اے دل خوش نہ ہو ویں

با وجود ایں حال ہم شکر خداست
اس ایہجے حال دے اندر کرنا شکر خدائے

گر تو عاشق ہمت پروانہ بیں
دیکھ ہمت پروانے دی توں جے ہیں عاشق بنیا

سوز خود در عشق جاناں تا وفاست
خود سڑیں وچہ عشق ماہی دے ہوندی تائیں وفائے

قطب شاہ در دام عشقش آمدی — زیں رہائی یافتن مشکل تراست

اُسدے عشق دی پھاہی اندر قطب علی نوں آیا — اکھوں چھٹن ڈاڈھا اوکھا عشق ایہو سمجھائے

غزل نمبر ۱۰

دانہ محبت تو مرا در دام عشقت میکشد — از مصیبت دام ہا ہم ایں دلم ارزاں کند

عشق دی پھاہی اندر پایا پیار دا دانہ پاکے — دل مصیبت والی پھائی پائی آپے آکے

عقل من گوید نیاؤ عشق مے گوید مترس — ہر زماں ایں مرغ دل را عشق تسکیں میدہد

عشق آکھے نہ ڈر توں ذرہ عقل رہنے ہٹکیندا — دل دے پکھی نوں ہر ویلے عشق تسلیاں دیندا

گر دلم خواہی شفا ترسی چرا زیں مرضہا — چونکہ ایں لذت شفا بیمار را حاصل شود

اے دل جے شفا چاہیں نہیں اس مرض توں ڈرنا — اس شفا دی لذت نوں بیمار ہے حاصل کرنا

اے دلم گر عشق خواہی سبق از پروانہ موز — در محبت عشق جاناں خود بسوزد خوش بود

سکھ سبق پروانے توں جے عشق چاہیں دل میرا — عشق سجن وچہ سڑکے آپوں ہووے خوش گھنیرا

اے دلم آنکس کہ ترسید از مصیبت عشق ہا — در قفس غمہا حبس ہم آں کجا خود جا رسد

اے دل عشق مصیبت کولوں جیڑھا ہووے ڈردا — اُسنوں قید غماں دے کولوں یار رہا نہیں کردا

مرغ من با غش کہن قفس شکن سوئے چمن — پرواز کن اے بے وطن امروز در زنداں ملہ

اے پکھی اج توڑ کے پنجرہ کر پرواز سیانے — اُڈ جا تیرا وطن نہیں ایہہ لبھ لئے باغ پرانے

قطب ازیں غم عشقہا ہرگز مترس مرد باش — زانکہ قید از ما سوا کس اہل ہمت مے رہد

مرد بنیں تے ڈریں نہ ہرگز جانیں تحفہ غم نے — ما سوا دی قیدوں چھٹنا اہل ہمت دا کمے

غزل نمبر ۱۱

ربنا من پر خطا ہم تو عطا دارم اُمید — نیست من کس تو سوا دیگر کجا دارم اُمید

یارب میرے عیب بہوں پر تانگھ عطا دی رکھاں — تیرے باجھ نہ کوئی کتھوں طلب بقا دی رکھاں

گفتہ کن نیک ہا ہم کردہ ام بد بے بہا
بافرمان تیرا کر نیکی تے میں عیب کمائے

ایں چنیں من بیوفا از تو وفا دارم اُمید
ایہو جیہا بے وفا اُمید وفا دی رکھاں

من بیمارم بے نوا در غم مصیبت مبتلا
اندر غم مصیبت دے میں عاجز تے بیمارا

لیکن غورم زیں مرضہا از تو شفا دارم اُمید
اس مرض وچہ تیرے تے اُمید شفا دی رکھاں

تو کند ہر دم عطا و کردہ ام ہر دم خطا
توں عطا کریں ہر ویلے میریاں نت خطائیں

باوجود ایں جرمہا از تو عطا دارم اُمید
بے حد جرم کمائے میں پر تانگھ عطا دی رکھاں

بے اُمید زیں جرمہا ہم امید از تو خدا
بے اُمید گناہ دی پاروں پہ اُمید خدا تے

لَا تَقْنَطُوْا گفتہ شما برایں رجا دارم اُمید
لَا تَقْنَطُوْا فرمایا جس اُمید شفا دی رکھاں

ہر کہ آمد در ترا خالی نہ گشتہ از عطا
جیڑھا آیا در تیرے تے خالی کوئی نہ ڈلیا

من اسیرم در خطا از تو رہا دارم اُمید
میں خطا دا قیدی، ہاں اُمید رہا دی رکھاں

اے قطب ترسی چرا بسیار تو گرچہ خطا
قطب علی توں ڈریں نہ ہرگز بھاویں ڈھیر خطائیں

پس کن تو تقوئی بر خدا آں رحمتہا دارم اُمید
رحمت بہوں ہے جسدی آس اُس پاک خدا دی رکھاں

غزل نمبر ۱۲

ساقیا یک جرعہ مئے وحدت بیا
دیہہ شراب وحدت دی ساقی بھل جاوے سب ہستی

گر دہی تا کم نہ شد خانت خمار
جے توں دیویں گھٹ نہ جاسی گھر تیر یدی مستی

بر درت باز آمدم روئے سیاہ
میں آیا ہاں در تیرے تے بے حد اد گنہارا

پس کجا از تو سوا آمرزگار
باجھوں تیرے ہور نہ کوئی میرے

عاصیاں را بخش کردن کار تست
گنہگاراں نوں بخشن دی خود مولا تیری کارے

زاں سبب مشہور شد
اسے گلوں دو عالم وچہ تیہ

گر خطا بسیار من لیکن چہ غم
غم نہیں اس گل دا کوئی میری ڈھیر خطائے

چونکہ آں نسبت تو رحمت بیشمار
اس وجہ توں رحمت تیری بھی انتہائے

حال ماراخود بدانی آنچہ است
حال میرا توجانے مولا حاجت نہیں اظہار دے

در دو عالم بس تراخواہم دیدار
میں چاہاں دو عالم اندر یک تیرا دیدار ے

با محبت محو کن ہم ایں چنیں
اپنے پاک پیار دے اندر ایسا مست بنادیں

تاکہ بینم ہر زماں وحدت بہار
ہر ویلے تے ہر جگہ تے توہیں نظریں آوے

من نباشم بعد ازاں من تو شدم
میں نہ ہوواں اُستوں پچھے میں مُڑ توں ہو جاویں

ایں چنیں کن مست چو منصور وار
مست جیویں منصور ہویا اوہ ویسے کرم کماویں

کن عنایت ساقیا وحدت شراب
دیہہ شراب وحدت دا ساقی ایہہ کم تیرے ونا

تشنہ ام بس تا بگویم بار بار
تاہیں مڑ مڑ عرض ایہہ کہتی میں ہاں بیحد تسا

یا سوا از تو نہ من حاجت دگر
باجھوں تیرے میرے تائیں حاجت لہنے کائی

عشق تو خواہم کہ باشد راہوار
بنے سواری عشق تساڈا ہووے دُور جُدائی

قطب شاہ حال ترا داند خدا
قطب علی شاہ حال ایہہ تیرا جانے رب ملامی

ورنہ از تو بہتر است اہل شعار
تہیں تاں بہتر تیرے کولوں اہل شعور تمامی

غزل نمبر ۱۳

دلا ہرگز مشو ابتر ترا چوں عشق شد رہبر
اے دل ہرگز ہو نہ ابتر عشق ہے رہبر تیرا

رساند تو با خود دلبر وسیلہ است ایں بہتر
دلبر نال ملیسی بیشک خاص وسیلہ تیرا

اگر بسیار مشکل ایں ازاں مشکل مشو غمگین
مشکل بہوں بنی ہے نہ ہودیں غمگینے

کہ بعد از غم شود تسکین ہمیں حیلہ وصل دلبر
وصل سجن دی غم توں پچھے دیسی ایہہ تسکینے

لہ زاں مستم شوم زیادہ
یام پوا جو ہوواں مست زیادہ

منم خود را بتو دادہ کہ چہ خواہی ازیں برتر
اپنا آپ دتا میں تینوں چنگا ایہہ ارادہ

منم خواہم شراب تو مرا دادی عذاب تو
میں شراب پیار دی منگاں دیویں توں عذاب ے

عجب دیدم حساب تو کہ من گریہ تو خندہ تر
میں رووان اتے توں ہسیں ڈٹھا عجب حساب ے

مکن بر من ظلم یارم کہ ایں طاقت نمیدارم
نہ کر ظلم سجن میرے تے طاقت نہیں ہے کوئی

زِ حال تو مرا دانی بسے دیدم پشیمانی
حال میرا توں جانے ویکھ پشیمانی میں رو واں

اگر خواہی وصل یارا چرا ترسی ازیں غمہا
وصل سجن دا جیکو چاہیں نہ ڈریں اس غم توں

اگر خواہی وصل جاناں بکن ہمت چوں پروانہ
جے توں وصل سجن دا چاہیں بن جاویں پروانہ

قطبؒ خود را اگر دانی شوی در عشق توفانی
قطب علی شاہؒ جے خود جانے عشق اندر ہو فانی

بصد ہا گریہ مے زارم کہ ایں حال مرا بنگر
ہکواری تک حال میرا کراں رو رو کے عرضوئی

بکن جانی مہربانی بدہ وصل شوم خوشتر
اے جانی کر مہربانی دیہہ وصل خوش ہوواں

مگر ایں غم دوائے ما مشو اے دل ازیں ابتر
ایہو غم دوا ہے میری اے دل سمجھ کرم توں

دلا شو مرد مردانہ کجا دیگر ترا ہمسر
اے دل ہور نہ تیرے جیہا کر ہمت مردانہ

نہ تو عنصر نہ جسمانی توئی خود بے بہا گوہر
بحر وحدت دا ہیں توں موتی نہ عنصر جسمانی

غزل نمبر ۱۴۱

عشق ایں گفتار من از یار پرس
گل عشق دی میرے کولوں پچھیں یار پیارا

تو نمے دانی کہ یار ی یار چیست
توں کی جانے یاری ہے کیہڑھا کس نوں آکھن یاری

دل بدہ با یار خود تو خود مباش
دل دیویں اُس یار دے تائیں اپنا آپ بھلا کے

عاشقاں را حال اے صوفی چہ دانی
اے صُوفی توں جانیں ناہیں کی عاشق نوں ملدا

گر تو عاشق ہمتِ پروانہ بیں
جے ہیں عاشق دیکھ ذرا توں شوق پتنگاں والا

حال شاہ منصور را از دار پرس
سولی کولوں شاہ منصور دا حال اُس نیں سارا

حقِ یاری یارِ من از یار پرس
میرے یارا قدر یاری دی یار کولوں پچھ ساری

بعد حالت دل از دلدار پرس
مڑ دلدار دے کولوں پچھیں حالت دل دی جاکے

نکتہ ایں گفتار از مے خوار پرس
پچھ ایہہ مستاں کولوں گلاں سودا کر کے دلدا

سوختن ایں را تو ہم از نار پرس
اگ جو انہاں تائیں ساڑے پچھ ایہہ اُستوں حالا

باغِ وحدت سیر کن چوں عندلیب
بن کے بلبل سیر کریں وحدت دے باغ چالے
دُور کردن بھور از گلزار پرس
دُور کریندے بھور جیویں ایہہ پچھ گلزار توں حالے

ہمچوں مجنوں مست شو در عشقِ یار
مجنوں وانگ بنیں عشق اندر فارغ ہو جہانوں
حال عاشق زار از غم خوار پرس
حال عاشق دا اوہ جانن جنہاں ڈٹھیا آن دکھانوں

قطب شاہ زیں غمہا ہرگز مترس
قطب علی شاہ ڈریں نہ ہرگز پھیرے دیکھ غماندے
لذتِ غم یار از غم دار پرس
لذت غم دی اوہ جانے ایہہ آئے پیش جنہاندے

غزل نمبر ۱۵

اے دریغا خود پرست آہ شد بر مال مست
مست ہویا وچہ دنیا دے اتے بانی خود پرستی
آخر ایں دنیا عبس! اللہ بس باقی ہوس
اللہ باجھ ہوس ہے ساری دنیا کوڑی ہستی

از برائے مال و زر چند گردی دربدر
رات دیہاں دنیا دی خاطر در در دھکے کھاویں
تا ہم دستر اسے بوالہوس اللہ بس باقی ہوس
اللہ باجھ ہوس ہے ساری بے سمجھا بجھ جاویں

یار ایں دنیا مکار مے کند آخر خوار
اس دنیا مکار دی خاطر آخر بنے خواری
دور شو از ایں حبس اللہ بس باقی ہوس
اس قیدوں ہن چھٹ عزیزا مگروں لاہ بیماری

اہل دنیا حب مدار خود بیا در عشق نار
چھڈ حُب دنیاداراں دی خود عشق دی اگ جلائیں
سوز ہستی خار خس اللہ بس باقی ہوس
اللہ باجھ ہوس ہے ساری ہستی وہم مٹاویں

ایں چنیں دنیا گزر چند و کل فانی نگر
دنیا کولوں انجہ گزر جا ہر شئے دیکھیں فانی
تا یار باشی ہم نفس اللہ بس باقی ہوس
اللہ باجھ ہوس جے سمجھیں یار ہووے دل جانی

جلوۂ دلدار را بنگر تو ہر گلزار را
ہر گلزار دے اندر دیکھیں جلوہ یار سجن دا
ہر چہ مور و چہ مگس اللہ بس باقی ہوس
ہر کیڑی تے مکھی اندر روپ ہے ڈھولن دا

خود را بداں شہباز تو کن لامکاں پرواز تو
کتھوں تائیں قیدی راہسیں اے شہباز حقانی
ہم چنیں در ایں قفس اللہ بس باقی ہوس
کر پرواز سنبھال پراں نوں توں خود لامکانی

قطب گر خواہی وصال ایں بحر عشق محال — پس ازیں مشکل مترس اللہ بس باقی ہوس

قطب علی وصال سجن دا باجھوں عشق محالے — نہ ڈر توں اس مشکل کولوں یار تیرا الجھالے

غزل نمبر ۱۶

اے یار گر محب تو محبوب خود شناس — محبوب عین طالب مطلوب خود شناس

جیکر ہیں توں محب حقیقی توہیں خود محبوبیں
محب اتے محبوب توہیں خود طالب تے مطلوبیں

اے یار در دو عالم محبوب ظاہر است — در ایں حجاب تست محجوب خود شناس

اے طالب دو عالم وچہ محبوب ہے ظاہر تیرا
پردہ دیون والا توہیں تے توہیں محجوبیں

ماسوا محبوب محبت حرام کن — گر ایں چنیں تو راغب مرغوب خود شناس

ماہی باہجھ محبت ساری کر حرام ہمیشہ
جے اجیہا راغب بنیوں جان توں خود مرغوبیں

وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ رازہ تو — ایں روح یار تست تو خوب خود شناس

مِنْ رُّوحی دے پردے اندر راز ہے چھپیا تیرا
بے چھپان جو روح خود توہیں تے بھلیا مرغوبیں

خَلَقَ الْاٰدَمَ عَلےٰ صُوْرَتِہٖ نگر — ہست ایں تو نسبت منسوب خود شناس

تیری صورت ربدی صورت دیکھ گواہی آئی — عابد تے معبود توہیں خود نسبت تے منسوبیں

قطب تو مباش باقی محبوب است — محب خاص محبوب محبوب خود شناس

تو نہ ہو خود قطب علی اتے باقی خود محبوب ہے
طالب تے مطلوب توہیں خود محب اتے محبوبیں

مناقب تصنیف از حضرت قطب شاہ

حق نے حکمت سے اول عشق کو پیدا کیا
میم کی پوشاک دے لولاک بھی خود نے کہا
پھر طفیلوں کے ہوئے محمد مصطفےٰ
میم کی یاری میں بھیجا عین کو سرِ الٰہ

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

نادِ علیؑ خاطر تیری حق نے یہ فرمایا ہے
کون ہے تیری برابر دشمناں غم کھایا ہے
قرآن بھی بیشک تیرے شان میں سب آیا ہے
حضرت محمد مصطفےٰ بھی لحمک لحمی کہا

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

ہر پیغمبر کی مصیبت تم نے ہی بیزار کی
حضرت خلیل اللہ پر تم نے آتش گلزار کی
تم نے کشتی نوح کی طوفان سے بھی پار کی
تو ہوا غمخوار اس دشوار میں سلیمان کا

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

سب پیغمبر کو ہوا شافی تمہارا نام ہے
راہِ خدا میں یکتا یہی تمہارا کام ہے
ہر کسی کے واسطے بھی فیض تیرا عام ہے
بہر خدا تم مدد میری کو جلد پہنچو شہنشاہ

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

ہر سوالی کی کری ہے تم نے مشکل آساں
ہر طرح کی عاجزی سے تم ہو صاحب عیاں
شوق ذاتی کا مجھے یہ میں سائل منگتا ہوں دان
یہ میری فریاد ہے تم سن لیو شیر خدا

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

دشمن قدیمی ہے میرا یہ نفس شیطان بُرا مکار
دام پابندی میں کرتا ہے مجھے ہر دم خوار

واسطے حسنینؓ کے سُن لیجیو میری پُکار
تیرے سوا اَور کون ہے یا پیر میرے رہنما

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

سخت اس پردیس میں یہ دل میرا گھبراتا ہے
راہ اوپرا ہو کر اُداسی وطن کو نت چاہتا ہے

جب دُور منزل نظر آتی ہو پریشان جاتا ہے
اس فکر و غم کے بحر سے کر پار یا بحر الحیا

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

راہ میرے مقصود کا یا شہنشاہ ہے دُور تر
ہے اسی رستے میں آتا دشمنوں کا بہت ڈر

کر سوار عاجز کو ہر دم شوق کے راہوار پر
منظور میری عاجزی کر واسطے خیر النساؓ

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

حاصل کرو مطلوب میرا جلد اے صاحب کرم
وصال کا سوال ہے نت ہجر کا رہتا ہے غم

بیکس ہیں اَور بیکار ہوں ہے تجھے دامن کا شرم
شوق کا بھر جام دیجو واسطۂ شاہ کربلا

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

یادِ حق کے با جھ خالی ایک دم جاوے نہیں
نفس شیطان دل میں راہ اک ذرا پاوے نہیں

ہر کام دنیا دین کا بھی کوئی غم آوے نہیں
اب کیا کرہی ہے دیر تم کو واسطہ زین العباؓ

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

زیادہ کرن تحریر یہ زبان کا بیان ہے
جو دل کا ہے خیال سب تو آپ کو عیاں ہے

زبان سے کرنی چلاکی ہر طرح نقصان ہے
قطب شاہ عاصی کو مولا اپنی سنگت لا

مشکل تو میری حل کر یا حضرت مشکل کشا

★

مناقب دیگر

اس بیچون ہر جون بنائی ہے خالق ہر جن بشر کا
کیا انسان بیان کرے زبان سے شان علیؑ حیدر کا
پھر ذات الف سے جدا ہوا روح پنجتن پاک اطہر کا
دُور کرے ہر درد مریضاں ہے شافی وہ روز محشر کا
الف میم عین ایک سبھی ہیں فرق نہ جانو زیر زبر کا
جیسا برگ تے پھل پھل میوہ سب ہوتا ہے ایک شجر کا
دل صاف کرو انصاف اندر نت لکھ لے شیشہ ذکر فکر کا
یاد کرو ہر دم مولا کو تاں دیکھو یہ مزہ صبر کا
دُور کرو مذہبوں کا جھگڑا پکڑ لیو تم راہ فقر کا
عمر تمامی جھگڑ گنوائی ہے اعتبار نہ گھڑی پہر کا
ہیں دُنیا وچہ چار دہاڑے چھڈ دعوے اس گھر کا
دینہہ سارا ہس کھیل گزارا اب آیا ہے وقت عصر کا
نبیؐ علیؑ نت یاد رکھو یہ ہے دروازہ فیض مہر کا
میں بے پہ پروانہ ہوں اُس شمع چراغ کے نور ازل کا

خود آپ حکیم مقیم کیا واہ قدر عظیم نبیؐ سرور کا
قطب علیؑ کا شوق ہمیشہ ہو خادم ہر دم اُن کا
اس نام لیاں ہر کام ہوتا ہے ورد رکھو شام سحر کا
قطب علیؑ ہر راز الٰہی ہے جلوہ ہر لہر بحر کا
خود ذات واحد کثرت وچہ آکے رکھیا نام جدا ہر ہر کا
قطب علیؑ ہے عین الف وچہ پردہ رکھیں جوڑ ہنر کا
صاف صراف ہو نظر دھر دیہے ہر ذرہ وچ جلوہ ہر کا
قطب علیؑ بن باجھ وسیلے کیا محرم ہے اس قدر کا
سب ایک جانو کوئی اور نہیں ہے، دُور کرو یہ کفر اندر کا
قطب علیؑ رکھ شوق الٰہی چھڈ جھگڑا تم ادھر اُدھر کا
ہے جگ سارا کوڑ پسارا یاد رکھو وہ دن قبر کا
قطب حیاتی رہے نہ ساتھی کر لے کچھ سامان سفر کا
اگر وصال الٰہی چاہیں ہو طالب کامل رہبر کا
قطب علی شاہ کا خصمانہ ہیں صاحب تو لج پرر کا

مُرید کی اِلتجا

اللہ واحد بے چون ہے پیدا کئے جس دوجہاں
تحفہ دیا صلِ علیٰ اور نعت میں بھیجا قرآں
کیا نور اپنے سے جدا حضرت محمدؐ کو عیاں
تو آل ہیں اس پاک کی مرسل کریں جس کا فخر
یا حضرتِ قطبِ علی لطف و کرم کی کر نظر

نورِ بصر شبیر ہیں عاشق توں ذاتِ کبریا
میں بھی درِ فیاض پا کر عرض خدمت ہے کیا
در پہ سوالی جو آیا کشتہ اسی کا بھر دیا
حاصل میرا مقصود ہو سائل نہ ہوں میں دربدر
یا حضرتِ قطبِ علی لطف و کرم کی کر نظر

نفس و شیطان کی روک سے عاجز ہوا لاچار ہوں
کرنی نظر الطاف کی آیا تیرے دربار ہوں
رہتا ہوں غافل یاد سے بندہ عاصی گنہگار ہوں
جائے علامت غیر کی جائز ہووے ذاتی ذکر
یا حضرتِ قطبِ علی لطف و کرم کی کر نظر

حرص و ہوس دنیا میں میری زندگی رائیگاں ہے
مُوتُوا قبل اَنْ تَمُوتُوا خود نبیؐ فرمان ہے
بحرِ خودی میں غرق ہوں شکوہ میری زبان ہے
مرنے سے پہلے ہی مروں ضائع نہ ہو میری عمر
یا حضرتِ قطبِ علی لطف و کرم کی کر نظر

ابتر زمانہ ہے پھرا موجب نفس بدنام ہوں
گزری عمر برباد ہے خواہش کنندہ نام ہوں
بد فعل ہوں میں کلہم پھنسا موذی کے دام ہوں
دائم توجہ غور ہو خارج ہووے نفسی ضرر
یا حضرتِ قطبِ علی لطف و کرم کی کر نظر

ہردم محفوظ رکھنا مجھ کو پیروی شیطان سے
نوبت کفر پہنچا دیا بہ سیمیا ذیشان سے
جس نے نکالا حضرتِ آدم پر خطا جناں سے
وہ تو تھے مقبول اللہ میں ہوں عاصی بشر
یا حضرتِ قطبِ علی لطف و کرم کی کر نظر

پھر دو پیالہ عشق احمد کا میم والے دور سے	تشنہ دہن ہوں میں کھڑا مجھ کو پلا فی الفور سے
سیراب ہوں میں اسقدر حاجت نہ ہو کچھ اور سے	باطن صفائی ہو میری دیکھوں خدا میں ہر دہر
یا حضرت قطب علی لطف و کرم کی کر نظر	
ظاہر دکھاؤ عین کو نقطہ اتارو غین کا	خواہش مجھے ہے الف کی سائل نہ ہوں طرفین کا
مشتاق ہوں شب روز ہر دم سید الکونین کا	حق سے ہو قرب میرا دور ہوں دل کے فکر
یا حضرت قطب علی لطف و کرم کی کر نظر	
عاصی عرض ہے کر رہا منظور ہو صدقہ رسول	صدقہ حسنؓ و حسینؓ اور صدقہ حیدر بتولؓ
خستہ تیرے در پہ آیا ہو دعا میری قبول	اولاد ہیں تو مرتضے کہتے جسے خیر البشر
یا حضرت قطب علی لطف و کرم کی کر نظر	
ہر دم پکاروں میں تجھے کیجو کرم قطب زماں	شیشہ مصفا کر میرا طفیل سلطان بیلیاں
طفیل شاہ چراغ کے میری کرو مشکل آساں	دتہ گدا گر در کھڑا خیرات کا ہے منتظر
یا حضرت قطب علی لطف و کرم کی کر نظر	

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میلا مُبارک

اوّل حمد ہے ذات ربانی — بھیجا احمدؐ دلبر جانی
ملک فلک سب ہوئے قربانی — دیکھ تجلّے نوراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

سیّد چراغ ہے نسب علیؑ دی — کامل اکمل مرد ولی دی
ظاہر باطن خفی جلی دی — عرب عجم مشہوراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

سیّد چراغ ہے نور اصل دا — بن تیلوں بن بتی بل دا
عاشق بھتی پروانہ جل دا — دیکھ لقا حضوراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

سیّد چراغ ہے مظہر ذاتی — خُمن دے وچہ خودی گواتی
بھر کے دے دے جام حیاتی — موج بموج بخوراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

وِرد جنہاں دا اسم ہے ذاتی
پاس انفاس تے نفی اثباتی
اَمَّحَدْ دے وچہ پائیں جھاتی
پی شراب طہوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

سیّد چراغ ہے سرّ ہانی
واصف جن کے ملک آسمانی
خادم ہوئے جن انسانی
مصدر فیض گنجوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

سیّد چراغ ہے پیر گرامی
شان جنہاں دا لحمک لحمی
مست الست ہے دائم مدامی
اشرف خمر خمہوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

سیّد چراغ ہے نور قِدَم دا
سرور ہویا عرب عجم دا
خود محرم ہے اسم اعظم دا
کرے وصال مہجوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

سیّد چراغ ہے شاہ عظامی
عرشی فرشی ہوئے غلامی
اَمَانُ اللہ دا قائم مقامی
صاحب شکر شکوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ کوہ طوراں کے

علی شیر ہے شیر اسد اللہ
وقت جنہاں دا لِیْ مَعَ اللہ
خاص مکان ہے عرش معلّےٰ
رفرف قدم ضروراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

سیّد حسین ہے سیّد جگ دا
نام مبارک سوہنا لگدا
واقف ہویا اَقْرَب رگ دا
وانگ سخن منصوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

نور سلطان ہے نور حقانی ہے چمکارا ماہ کنعانی
مخزن فیض ہے فیض ربانی واہ گدی منظوراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

قطب علی شاہ قطب جہان سیر جنہاں دا لا مکان
ظاہر باطن عین عیان منزل وچہ عبوراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

شیر محمد شیر علی ہے ظاہر باطن خاص ولی ہے
سخی بہادر مرد جلی ہے مظہر ذات غفوراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

شہر میرک ہے وانگ مدینہ شاہ چراغ ہے نور مبینا
دور کرے چا غصہ کینہ دے کے خوشی سروراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

شہر میرک ہے بیت معموری کرن طواف ملائک نوری
مشرق مغرب ہوئی حضوری دیکھ یقین توں حوراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

بارھویں ساون بونداں برسن گجن گاجاں بجلیاں لسکن
رنگیں ولیاں یار جو دسن کر کے پینڈے دوراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

کئی کابل کئی آئے قندھاروں لعل بدخشاں بلخ بخاروں
ایران توران عراق ہزاروں کیچ لاہور قصوراں کے
چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

چین مچین تے آئے خاقانوں
عرب یمن تے آئے یونانوں
ملک ملیر تے ہندستانوں
خیبرا تے دھنوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

سندھ چناں تے آئی ریواڑی
دکن پورب بھاگلناڑی
ویہت روہی مارواڑی
ہور بہاول پوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

کئی نگوروں کئی پشوروں
کراچی بندر آئے پھلوروں
سکھر بکھر آئے بھنبوروں
آئے تھل کپوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

کئی نیلی کئی راویوں آون
صدقے صدقے وارے جاون
دل اپنے دا مطلب پاون
مشکل حل رنجوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

اک سوہنے مرد جوان رنگیلے
طبع سلیم حلیم رسیلے
صاحبِ حسن جمال جمیلے
خوشبو مشک کافوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

ہک ذاکر ذکر خدا وچہ رہندے
کئی ڈھولے کئی جگنی گاندے
ہک صلوتاں پڑھدے آندے
کئی صاحب مغروراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

ہک عالم لوگ پیٹے وعظ کریندے
نخنؔ دی پے رمز سنیندے
مونہوں والی موت دسیندے
حکم خدا منشوراں کے

چن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

دت آئے قوال سُنے بولن غزلاں
پوریاں ہویاں دل دیاں غرضاں
کہیں صوفی آون لرزاں
زلزلہ وچہ صدوراں کے
چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

ہک سُر سرگم پیئے سُناون
پنجم مدھم نکھا دا لاون
کھرج رکھب تے دھیوٹ گاون
ٹھٹے ستار تنبوراں کے
چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

وجن نقارے طوطیاں بولن
کرتار نوں پیے اوہ تولن
جھجھا جھجھا دا قاعدہ کھولن
منصف گھر مشہوراں کے
چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

والجے پنجے وقت وجاون
بولن تریاں دل لے جاون
انحد وچہ آوازے آون
وانگ داؤدؑ زبوراں کے
چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

ہور پرائیں ڈھول وجاون
سندڑا جوگ لموچپڑ گاون
گردے لوگ آ جھمراں پاون
ناڑی تال کھڈوراں کے
چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

وت ملنگ دھمالاں پاندے
کئی خدا دا ذکر کماندے
موہوں مست قلندر کہندے
ویلے وقت سحوراں کے
چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

بھنڈ نٹ جاں آکر گاون
کر کے نقلاں لوگ ہساون
عجب تماشے سانگ بناون
خوشیاں رنگ سروراں کے
چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

کنجریاں پچن نال جو نازاں
مست الست الست آوازاں
وجن طبلے ڈھڈ بھی سازاں
نہ رہن عقل شعوراں کے

چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

ہک سوہنیاں ناریں پہنن بانے
کاکل زلفاں نانگ ایانے
ہار حمیلاں جھمکے گہنے
بینسر نک نتھوراں کے

چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

آون بہت کچپادے ہور
آکھن پینڈا دنیا توڑ
ہک پپیا دیاں نڈ دیاں لوڑ
ہو نظر منظوراں کے

چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

ہک زور زور آور دستیاں گھتن
مارن تلیاں بچھاں ہٹن
کھیڈن پاکاں بھج بھج پٹن
کم اہینے شاہ زوراں کے

چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

کئی جوان میدان سوہاندے
کئی ڈھاندے کئی چوٹاں کھاندے
مارن تلیاں تنے ٹل جاندے
کئی دسن وچہ دھوڑاں کے

چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

وت آون مہرے بنھ قطاراں
پچن ٹپن مار کداڑاں ہُو
سوہنے پاکھڑے نک مہاراں
جھولن فنیل سندوراں کے

چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

آون گھوڑے بنھ کے ہاٹھاں
ایہو کم جواناں راٹھاں
کئی اصیل ستے کئی اپاٹھاں
شان شوکت مقدوراں کے

چمن چراغ ہے نورالٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

دت بانکے جوان سوار قندہاری
وانگ شہبازاں بنھ کے تاری
کلے چوٹن دارو داری
اوڈن وانگ طیوراں کے

چن چراغ ہے نورالہٰی واہ جلوے کوہ طوراں کے

آتش بازی لائی بہار
ہور تماشے بے شمار
رنگو رنگ عجائب یار
باندر ریچھ لنگوراں کے

چن چراغ ہے نورالہٰی واہ جلوے کوہ طوراں کے

نچکے چائی پھرن بدازی
خوش کریندے مجلس ساری
وچہ میدان دسے رکھ پٹاری
کرجا دو دستوراں کے

چن چراغ ہے نورالہٰی واہ جلوے کوہ طوراں کے

دت پھر ہور سپادھے آون
کھن پدم پیے نام سناون
ذاتو ذاتی سپ دکھاون
کالے تے سنگھ چوڑاں کے

چن چراغ ہے نورالہٰی واہ جلوے کوہ طوراں کے

ہٹیاں دا ہن کراں بیان
کھاون بڈھے اتے جوان
گوشت پلا تے پکن نان
گلگلے تیل تلوراں کے

چن چراغ ہے نورالہٰی واہ جلوے کوہ طوراں کے

لڈو برفی پیا مکھاناں
ہور پلا تے زردا کھاناں
آڑو واڑو الاچی دانہ
ترش اچار انجوراں کے

چن چراغ ہے نورالہٰی واہ جلوے کوہ طوراں کے

پٹی جلیبی ہور مٹھائی
کھیر پیڑے تے ہور ملائی
تکنی تانگڑی توشہ بھائی
ڈوکے پنڈ کھجوراں کے

چن چراغ ہے نورالہٰی واہ جلوے کوہ طوراں کے

میوے آسٹے وچہ بازار
کھٹے مٹھے پئے ہزار
انب نبو تے ہور انار
مزے خوب انگوراں کے

چمن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

کھوسبچے رکھن چوڑی کڑیاں
شیشہ سرمہ ٹُٹنے ٹلیاں
جھلا مندری موتی لڑیاں
گھگلے گانی ڈوراں کے

چمن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

بس کر میلا ختم کچیوے
ہور بھی سودا کر ایوے
چل بن اپنے وطن چلیوے
منکے ٹنگ کپوراں کے

چمن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

میں ہاں بہت خطائیں والا
ہے تاڈا فیض نرالا
ہووے میرا دل اُجالا
بخشنہار قصوراں کے

چمن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

جو کوئی ایس دوارے آوے
ایہہ عاجز بھی مطلب پاوے
پا مُراداں ہر کوئی جاوے
بخشو نور ظہوراں کے

چمن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

شمس علی تے کرم کماؤ
عشق حقیقی وچہ جاؤ
شوق شرابوں جام پلاؤ
بھڑکن ڈھانڈ تنوراں کے

چمن چراغ ہے نور الٰہی واہ جلوے کوہ طوراں کے

تمام شد قصہ میلا مُبارک

شجرہ غوثیہ قادریہ

یا خداوندا تو ذات کبریا کے واسطے
کر کرم مجھ پر محمدؐ مصطفیٰ کے واسطے

میں ہوا ہوں سخت مجرم نفس کی تکلیف سے
زیر کر ظالم میرا شاہ مرتضیٰؓ کے واسطے

دے صبر اس بے صبر کو اے میرے پروردگار
حضرت شاہ شہیدانؓ کربلا کے واسطے

دور کر سب وسوسہ شیطان کی حرکات کا
حضرت ابن حسینؓ زین العبا کے واسطے

دے پناہ اس روسیاہ سے کر دیا اس نے ذلیل
حضرت محمدؒ باقرؓ و جعفرؓ ضیا کے واسطے

شر شیطان سے بچانا موسےٰ کاظمؓ کی طفیل
عشق دے اپنا مجھے موسےٰ رضاؓ کے واسطے

باطن مصفا کر میرا معروف کرخیؒ کیلئے
حضرت سریؒ و سقطیؒ راہ ہدیٰ کے واسطے

راہ شریعت کا دکھا گمراہ نہ ہوں اسلام سے
حضرت جنیدؒ و شبلیؒ پارسا کے واسطے

دل کا وہم سب دور ہو جاتا رہے خام خیال
عبدالواحدؒ ابوالفضلؒ گنج اصفیا کے واسطے

از نگاہ ابوالفرحؒ و حضرت ابوالحسنؒ
کامل مجھے ایمان دے روز جزا کے واسطے

پر ضیا کر دل میرا طفیل حضرت ابوسعیدؒ
حضرت شاہ غوث اعظمؓ پیشوا کے واسطے

ہر وقت ہو سجدہ میں ہر دم میرا دل متنقل
حضرت عبدالوہابؒ و فضل اللہ کے واسطے

جام وحدت کا پلاؤ قطع ہو سب غیر سے
ابوالفرحؒ گنج بخش صاحب اتقیا کے واسطے

سید احمدؒ کے لئے مجھے دے قرابت احمدی
حضرت مسعود نور الدینؒ سخا کے واسطے

طفیل حضرت سید میراں شمس الدینؒ شوق سے
شاہ محمد غوثؒ عالی مرتبہ کے واسطے

طفیل عبدالقادرؒ و بالا محمد پیر کے
ہو رواں میری زباں تیری ثنا کے واسطے

طفیل عبدالقادرؒ و حضرت عبدالوہابؒ
شاغل عبادت میں کریں عابد زیا کے واسطے

اپنی محبت بخش مولا دودی کا پردہ اُٹھا
حب دو پنجتن کی محبوب جیلاں کیلئے
روح منور کر میری روشن تو اپنے نور سے
دل شگفتہ کر میرا طفیل حضرت شبر علی
دین دنیا کا وسیلہ حضرت قطب علی

حضرت عبدالرزاق و مصطفٰے کیواسطے
حضرت چراغ شاہ حیدر عطا کے واسطے
حضرت غلام غوث امان اللہ کیواسطے
حضرت چراغ علی بحر الحیا کے واسطے
حضرت عبداللہ شاہ سائیں راہنما کیواسطے

اللہ دتا کی یہ عاجزی منظور ہو پروردگار
طفیل شجرہ قادری کل اولیا کے واسطے

سگ درگاہ قطبیہ قادریہ معراج الدین کاتب لاہور

۱۵ ۵/۷۴